مختصر

سوانحِ حیات

سیّد بدرُ الدّینؒ!

المعروف بہ

پیر بُدّھو شاہ (ساڈھورہ)

از:-

پروفیسر گورچرن سنگھ ایم۔ اے

صدر شعبۂ تاریخ۔ مہندرا کالج پٹیالہ

وی۔ ایس۔ سوری ایم۔ اے

ڈائریکٹر، آرکائیوز، پنجاب۔ پٹیالہ

اشاعت کمیٹی:- سری گورو گوبند سنگھ فاؤنڈیشن چنڈی گڑھ

Price : Re. 1

سیّد بدرالدین

المعروف بہ

پیر بدھو شاہ (ساڈھورہ)

(جیّد پریس دہلی)

مختصر

سوانحِ حیات

سیّد بدرالدین

المعروف بہ

پیر بدّھو شاہ (ساڈھورہ)

از

پروفیسر گورچرن سنگھ ایم۔ اے

صدر شعبۂ تاریخ، مہندرا کالج پٹیالہ

ڈی۔ ایس۔ سُوری۔ ایم۔ اے

ڈائریکٹر، آر۔ کائیوز، پنجاب۔ پٹیالہ

اشاعت کمیٹی۔ گورو گوبند سنگھ فاؤنڈیشن۔ پٹیالہ

فہرست

اظہار تشکر

مولفین گورو گوبند سنگھ فاؤنڈیشن کی پبلیکیشنز کمیٹی کے صاحب صدر جناب کرپال سنگھ نارنگ، وائس چانسلر، پنجابی یونیورسٹی، پٹیالہ کے تہ دل سے مشکور و ممنون ہیں کہ انہوں نے کمال عنایت اور نوازش سے سوانح حیات پیر بدھو شاہ کی تالیف و اشاعت کو ممکن بنایا اور اسے گورو گوبند سنگھ کے سہ صد سالہ جشن یوم الولادت سے منسوب و وابستہ کیا۔

مولفین ڈاکٹر جیت سنگھ سیتل، پنجابی یونیورسٹی کا بھی شکریہ ادا کرتے ہیں۔ جنہوں نے انگریزی اصل مسودہ کو اردو کے جامہ سے زیب تن کیا۔

پنجابی یونیورسٹی کے پروڈکشن آفیسر، منتظمان پریس اور کتابت وغیرہ کو صحیح کرنے والے تمام اصحاب بھی ہمارے شکریہ کے مستحق ہیں۔ جنہوں نے اس کتاب کی اشاعت میں فاؤنڈیشن کا ہاتھ بڑھایا۔

پروفیسر گورچرن سنگھ

صدر، شعبۂ تاریخ مہندرا کالج پٹیالہ

ودیا ساگر سوری

ڈائریکٹر سٹیٹ آرکائیوز پٹیالہ

تصاویر

گورد گوبند سنگھ کی مقدس یادگاریں
(کنگھا بمعہ موئے مبارک، ایک کٹار)

ہیرا محل نابھہ

دستار استھان
پاؤنٹہ صاحب

دیباچہ

جب مئی سنہ ۱۹۶۶ء کے آخر گورو گوبند سنگھ فاؤنڈیشن کی پبلیکیشنز کمیٹی کی ایک میٹنگ اس کے صدر سردار کرپال سنگھ نارنگ، وائس چانسلر پنجابی یونیورسٹی کی زیر صدارت ہوئی تو فیصلہ ہوا کہ سری گورو گوبند سنگھ جی کے سہ صد سالہ یوم ولادت کے سلسلہ میں سادھورہ کے عظیم القدر درویش فقیر پیر بدھو شاہ کی مناسب و موزوں یادگار قائم کی جائے۔ اس فیصلہ کو عملی جامہ پہنانے اور اس بارے ضروری تجاویز پیش کرنے کی غرض سے یادگار کمیٹی کے دو ممبران پروفیسر گورچرن سنگھ صدر شعبۂ تاریخ مہندرا کالج اور شری ڈی۔ ایس۔ سوڑھی، ڈائریکٹر آثارِ قدیمہ پنجاب کو ہدایت کی گئی کہ وہ سادھورہ جاکر موقعہ پہ معلومات حاصل کریں۔ الغرض دونوں ممبران ۲۶ جون سنہ ۱۹۶۶ء کو سادھورہ پہنچ گئے۔

دونوں ممبران وہاں گئے تو مذکورہ بالا غرض و غایت کے لئے تھے لیکن انہیں اس بات کا کوئی علم نہ تھا اور نہ انہیں کوئی اطلاع قبل حاصل تھی کہ وہاں کن اصحاب کو ملنا ہے۔ اور کن احباب سے اس بارے بات چیت کرنا ہے۔ ایک بازار کے کونہ پہ سڑک پر کار سے اترتے ہی ایک معزز شخص سے دریافت کرنے پہ معلوم ہوا کہ قصبہ میں پیر بدھو شاہ کی یاد میں گوردوارہ موجود ہے۔ یہ گوردوارہ بازار کے دوسرے سرے پہ واقع ہے۔ وہاں تک پہنچتے پہنچتے کار کے ارد گرد کئی اور اصحاب آموجود ہوئے۔ چند ایک لمحات میں یہ خبر جنگل کی آگ کی مانند تمام قصبہ میں پھیل گئی کہ پٹیالہ سے کچھ لوگ پیر بدھو شاہ کے بارے معلومات حاصل کرنے کے لئے آئے ہیں۔ جن اصحاب کو پیر بدھو شاہ کی بابت کچھ علم

تھا۔ انہیں بھی گوردوارہ کمیٹی کے ممبران کے ساتھ مدعو کیا گیا۔ جلد ہی یہ تمام لوگ وہاں پہنچ گئے۔ اس کے بعد گوردوارہ میں ایک اجتماع کیا گیا۔ ساڈھورہ کے لوگوں میں پیر بدھو شاہ کی یاد میں ایک نہایت موزوں یادگار قائم کرنے کی زبردست خواہش تھی۔ کیونکہ انہیں پیر صاحب کی گورو گوبند سنگھ کے لئے کی گئی خدمات اور قربانیوں کا بخوبی علم تھا۔ ممبران کمیٹی کی غرض و غایت پوری ہوتی دکھائی دینے لگی۔ تمام اہالیانِ ساڈھورہ میں بھاری جوش و خروش اور ذوق و شوق پایا گیا۔ اور وہ ہر طرح کی مدد کرنے کے لئے تیار تھے۔ حالات نہایت جانفزا تھے۔ ممبران کمیٹی کی درخواست پہ ایسے اصحاب کو خاص طور پر بلایا گیا جو پیر بدھو شاہ کے وارثین کے بارے ضروری معلومات بہم پہنچا سکیں۔

فاؤنڈیشن کے فیصلے کی وضاحت حاضرین کے سامنے کی گئی اور پیر بدھو شاہ کے وارثوں کے بارے ان سے دریافت کیا گیا۔ اس طرح قصبے کے معزز اصحاب اور گوردوارہ کمیٹی کے ممبران سے پیر بدھو شاہ کی زندگی کے متعلق معلومات بہم پہنچانے کے لئے عرض کی گئی۔ ان کا ردِ عمل نہایت جان بخش و حوصلہ افزا تھا۔ پیر صاحب کے خاندان کے متعلقہ احباب کے بارے جو اطلاعات مل سکیں۔ قلمبند کر لی گئیں۔ یہ اصحاب ۱۹۴۷ء میں پاکستان چلے گئے تھے۔ ساڈھورہ کے واحد مسلمان باشندے ۷۵ سالہ منشی محمد جان کو بھی خاص طور پہ مدعو کیا گیا۔ اس نے پیر صاحب کی جائے رہائش اور دوسرے تاریخی مقامات کے بارے نہایت مفید و کارآمد واقفیت بہم پہنچائی۔ اس نے پیر بدھو شاہ کے ان وارثوں کے متعلق بھی بہت کچھ بتایا جو اب پاکستان میں مقیم ہیں۔ اور جن کے ساتھ اب بھی محمد جان کی خط و کتابت جاری ہے۔ ساڈھورہ کے معزز اصحاب نے پیر بدھو شاہ کی زندگی کے بارے اور معلومات جمع کرنے کا وعدہ بھی کیا۔ اس سلسلہ میں گیانی ہزارہ سنگھ، آنریری سیکرٹری پیر بدھو شاہ یادگار کمیٹی اور

سردار جسونت سنگھ ایڈووکیٹ کے نام خاص طور پر قابلِ ذکر ہیں۔ جنہوں نے ہر ممکن مدد کا یقین دلایا۔ انہوں نے اس امر کی بھی پیشکش کی کہ وہ پیر بدھو شاہ کے وارثین و لواحقین سے خود ہی خط و کتابت کریں گے اور پیر بدھو شاہ کی سوانحِ حیات کی تالیف و تصنیف کے کام میں بیش بہا معلومات حاصل کرنے کے لئے کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں رکھیں گے۔

گو مولفین نے پیر بدھو شاہ کے متعلق ہر ممکن ذریعہ و مآخذ سے معلومات جمع کرنے کی کوشش کی ہے۔ لیکن انہیں یہ تسلیم کرنے سے ہرگز عار نہیں کہ اس بارے زیادہ تر واقفیت سادھورہ کے لوگوں نے ہی بہم پہنچائی ہے۔ ان لوگوں نے اس کام کو نہایت تن دہی و جانفشانی سے کیا ہے۔ اور پاکستان میں مقیم پیر صاحب کے وارثوں اور رشتہ داروں سے تمام معلومات حاصل کیں۔ اس طرح تاریخی منابع و مآخذ کی کمی مقامی روایات و زبانی حکایات نے بہت حد تک پوری کر دی ہے۔ سادھورہ کے لوگوں سے موصول شدہ معلومات مفصّل و دلچسپ ہیں۔ اور زیادہ تر مقامی روایات پر مبنی ہیں۔ قبل ازیں ان کو قلمبند نہیں کیا گیا ہے۔ مولفین نے ان روایات کی تصدیق کرنے کی ہر ممکن کوشش کی ہے۔

سادھورہ کے لوگوں کی باہمی امداد اور پیہم سعی کے باعث پیر بدھو شاہ کی سوانحِ حیات کا تالیف و تصنیف کرنا ممکن و آسان ہوا ہے۔ پیر صاحب کی ابدی یادگار قائم کرنے کے لئے ان تمام لوگوں کا شوق سرحدِ ادراک کو بھی عبور کر چکا ہے یہ امر باعثِ فخر ہے۔ اس تصنیف کے سرانجام پانے اور پایۂ اختتام تک پہنچنے کا سہرا سادھورہ کے عوام کے سر ہی ہے۔ مولفین ان تمام لوگوں، مقامی اصحاب معزز اشخاص اور افرانِ علاقہ کے تہِ دل سے مشکور و ممنون ہیں۔ پیر بدھو شاہ کے لئے ان کی اس قدر عقیدت و محبّت کو دیکھ کر یوں محسوس ہوتا ہے۔ جیسے پیر بدھو شاہ

تاریخ کے اوراق کی نسبت عوام کے دلوں میں بیش از بیش پائے جاتے ہیں۔ وہ زندہ جاوید ہیں۔

گورچرن سنگھ پروفیسر
صدر شعبۂ تاریخ
مہندرا کالج
پٹیالہ

ودھاوا سنگھ سوری
ڈائریکٹر، آرکائیوز
ریکورڈز، سٹیٹ میوزیم پنجاب
پٹیالہ

باب اوّل

پیر بُدّھو شاہ

خاندان - اوائل عمر

سیّد بدرالدین المعروف پیر بدھو شاہ ساڈھورہ ضلع انبالہ کے ایک معزز خاندان کا چشم چراغ تھا - اس خاندان کا سلسلہ ساتویں پشت پہ سیّد نظام الدین شاہ سے جا منسلک ہوتا ہے۔ اس خاندان کے دو بڑے بزرگوں کے مقبرے اب تک ساڈھورہ میں موجود ہیں۔ پیر بدھو شاہ کا شجرہ نسب اس خاندان کے ان افراد سے بڑی مشکل سے حاصل کیا گیا ہے۔ جو کہ ۱۹۴۷ء میں مغربی پاکستان کو ہجرت کر گئے تھے - اور آج کل اکال گڑھ ضلع گوجرانوالہ میں سکونت پذیر ہیں۔ یہ شجرۂ نسب اس خاندان کے چند ایک مشہور و معروف اصحاب کی بابت روشنی ڈالتا ہے۔ (تفصیل کے لئے دیکھیں ضمیمہ نمبر ۱)

روایت ہے۔ کہ پیر بدھو شاہ کے آباؤ اجداد نے سامانہ ضلع پٹیالہ سے منتقل ہو کر ساڈھورہ میں آکر بود و باش اختیار کر لی۔ یہ محلہ سیّداں تھا۔ جو بعد میں محلہ سامانیہ کے نام سے مشہور ہوا۔ عام لوگ اس کو محلہ سوانیاں کے نام سے پکارتے تھے - بعد میں اسی نام سے یہ محلّہ مشہور ہو گیا۔ سیّدوں کے تمام گھر اسی محلہ میں تھے۔

قصبہ ساڈھورہ لگ بھگ تین سو سال پرانا ہے۔ اس قصبہ کا اصل نام ــ "سادھوراہ"، یعنی سادھوؤں کا راستہ تھا۔ جو بگڑ کر آہستہ آہستہ ساڈھورہ میں بدل گیا۔ اس قصبہ کا نام ابتدا سے ہی متبرک یادوں کو اپنے بحرِ بے کراں میں لئے بیٹھا ہے۔ کیونکہ یہ کئی ایک مقدس احباب و اصفیا کا ملجا و ماوا رہا ہے۔

سید بدرالدین جو لبعد میں پیر بدھو شاہ کے نام سے مشہور ہوا۔ ۱۳ جون ۱۶۴۷ء میں قصبہ ساڈھورہ میں تولد ہوا۔ اس خاندان کو مغلیہ حکومت کی طرف سے جاگیر ملی ہوئی تھی۔ اور قصبہ کے لوگ اس خاندان کے افراد کی بہت عزت و تعظیم کیا کرتے تھے۔ ساڈھورہ میں شاہ عبدالواہب کے مزار پر اب بھی ایک فارسی کتبہ + کھدا ہوا ملتا ہے۔

یہ مقبرہ مسجد کے طور پر بھی استعمال کیا جاتا ہے۔ اس فارسی کتبہ سے یہ بات روشن و ثابت ہوتی ہے کہ ساڈھورہ کے اس معزز خاندان کی شہنشاہ اورنگ زیب بھی کس قدر عزت و احترام کرتا تھا۔ اس سے یہ بھی پتہ چلتا ہے کہ اس مسجد میں قطب الدین (شاہ عبدالواہب) کا مقبرہ تھا۔ جو کہ سید خاندان کے ایک بزرگ کا ہونے کی وجہ سے عوام میں اس قدر تقدیس و توقیر رکھتا تھا۔

+ کتبہ کی عبارت یہ ہے :-

شاہ عالمگیر محی الدین محمد بوظفر ۔ کز جودش زیب و فر اورنگ شاہی را سزا است

مسجدِ عالی بنا فرمود و صدق و صفا ۔ مسجدہ گاہ ہے قصد کہ آرائش دہ ہر دو سرا است

جلوہ گر گشتہ بصحن روضۂ عالیجناب ۔ قطب اللہ قطاب زماں کز خاندانِ مصطفا است

تیر دانش سوئے تاریخ ایما است ۔ مسجدہ گاہ ہے قدیمی عالی بنا است

۱۰۸۰ ہجری

بدرالدین سے بدّھو شاہ

یہ ایک لاتبدیل حقیقت ہے کہ جو لوگ خدا تعالیٰ سے محبت و عقیدت رکھتے ہیں وہ دنیا کے مال و متاع اور کاروبار کی طرف زیادہ مائل نہیں ہوتے۔ انہیں صرف وہی اشیا و اعمال پسند ہوتے ہیں۔ جن کے انسان کے باطن کا رجحان ہوتا ہے۔ بچپن سے ہی بدرالدین کا میلان و رجحان زیادہ تر روحانیت کی طرف تھا۔ ان کے دل میں وصلِ خدا کے لئے شدّت کی آرزو تھی۔ وہ بہت کم گو تھے اور امورِ خانہ داری میں بالکل دلچسپی نہ رکھتے تھے۔ جیسے بابا بکالہ کے لوگ گورو تیغ بہادر جیسی پاک ہستی کا مذاق اڑایا کرتے تھے۔ اور ان کو "دیوانہ" کہہ کر پکارا کرتے تھے۔ بعینہٖ سا ڈھورہ کے عوام بدرالدین کو "بدھو" کے نام سے پکارنے لگے۔ لیکن وہ لوگوں کی ایسی بے معنی باتوں کی مطلق پرواہ نہ کرتے۔ اور نہ ہی ان پر کسی قسم کا اعتراض کرتے۔ جب وہ ذرا بڑے ہوئے تو لوگ اُن کو سیّد خاندان کا فرد ہونے کی وجہ سے "بدھو شاہ" کے نام سے پکارنے لگے۔ کیونکہ سیّدوں کو عام طور پر "شاہ" کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ جوں جوں بدھو شاہ روحانیت کی منازل طے کرنے لگے۔ اور اُن کا رتبہ و منزلت بڑھنے لگا ویسے ہی بے شمار مُرید و عقیدت مند ان کا اور بھی احترام کرنے لگے۔ اس طرح وہ شخص جو دنیاوی امور کے لئے نااہل و ناکارہ سمجھا جاتا تھا۔ اب بطور ایک مذہبی پیشوا یا پیر کے عوام کے دلوں میں گھر کرنے لگا۔

پیر بدھو شاہ عوام کے خدمت گذار و خیر اندیش تھے۔ وہ ہمیشہ اپنے ذاتی امور کو بالائے طاق رکھ کر عوام کی فلاح و بہبودی کے لئے کوشاں رہتے۔ ان اوصاف کی وجہ سے ان کی قدر و منزلت بڑھنے لگی۔ اور عزت و احترام

سے عقیدت مند ان کی خاکِ پا کو پاک و مقدس سمجھ کر سرو چشم پہ رکھنے لگے۔ اس طرح ان کی شہرت اس قدر بڑھنے لگی کہ ان کا نام اوراقِ تاریخ کے لئے زیب و زینت بننے لگا۔

مسلمانوں میں سیّدوں کے لئے خاص احترام ہوتا ہے۔ عوام کو مذہبی تعلیم و تدریس دینی اور تعویذ و طلسمات تیار کرنے ان کا کارِ اعلیٰ ہوتا ہے۔ اس کام کے راز و رموز وہ پشت در پشت حاصل کرتے رہتے ہیں۔ لیکن پیر بدھو شاہ نے تو بالکل الگ راستہ اختیار کیا۔ وہ زیادہ تر درویش سیرت شاعر بلھے شاہ جیسے تھے۔ مذہبی کتب کے مطالعہ کے قطع نظر بدھو شاہ حقیقت میں وصلِ خدا کے خواہاں و آرزومند تھے۔ اس مقصد کے لئے وہ اکثر صوفی منش درویشوں و فقیروں کی صحبت کے متلاشی رہتے۔ شاید علوم نقلیہ ان کی تسلی و تشفی نہ کر سکتے۔ ان کو کسی نے بھی صحیح راستہ نہ دکھلایا۔ آخر بدھو شاہ مشہور و معروف فقیر بھیکھم شاہ کے درِ دولت پہ حاضر ہوئے.........

.... جو اس وقت موضع تھسکہ ضلع کرنال میں سکونت پذیر تھے۔ یہ وہی بھیکھم شاہ ہیں۔ جنہوں نے ایک دفعہ گورو گوبند سنگھ کے دیدارِ الٰہی کے لئے سوئے مشرق سجدہ کیا تھا۔ اور جب ان کے مریدوں نے ایسا کرنے کا سبب دریافت کیا تو انہوں نے بتایا کہ گورو گوبند سنگھ کی ذات میں انہیں ایک روحانی قدرت و طاقت کا آفتاب طلوع ہوتا دکھائی دیا تھا۔ انہوں نے گورو گوبند سنگھ کے دیدارِ معلیٰ کے لئے پٹنہ کی زیارت بھی کی تھی۔ بھیکھم شاہ نے ہی بدھو شاہ کو گورو نانک کی روحانی تعلیم سے روشناس کیا تھا۔ اس لئے بدھو شاہ گورو صاحب کے بلند ہوتے ستارے کی ضو پاشی سے فیضیاب ہونے کے آرزومند تھے۔ جب بھیکھم شاہ پٹنہ سے واپس اپنے گاؤں تھسکہ آئے تو بدھو شاہ گورو گوبند سنگھ کی ذاتِ مقدس

کے بارے مفصل جاننے کے لئے بھیکھم شاہ کی خدمت میں حاضر ہوئے بھیکھم شاہ نے انہیں بتایا کہ گورو گوبند سنگھ کوئی بھاری کرشمہ کرنے والے ہیں۔ کیونکہ وہ غیر معمولی روحانی طاقت و عظمت کے مالک ہیں۔

ممکن ہے کہ پیر بدھو شاہ نے گورو گوبند سنگھ کے دیدار اس وقت کئے ہوں جبکہ وہ اپنے ننہال موضع لکھنور میں قیام پذیر تھے (لکھنور ہریانہ میں انبالہ سے آٹھ میل کے فاصلہ پر انبالہ پیر دلہ سڑک پر واقع ہے) تاریخ میں ایسا حوالہ کہیں نہیں ملتا۔ گو پیر صاحب نے گورو گوبند سنگھ کے اس جگہ نیاز حاصل بھی کئے ہوں۔ لیکن یہ ممکن نہیں کہ گورو صاحب نے اس وقت ان سے کسی قسم کا تبادلۂ خیالات کیا ہو۔ کیونکہ اس وقت گورو صاحب بہت چھوٹی عمر کے تھے۔ لکھنور ساڈھورہ سے کوئی زیادہ فاصلہ پر نہیں ہے۔ اور دونوں گاؤں انبالہ ضلع میں ہی واقع ہیں۔ گویا ہمی تبادلۂ خیالات نہ بھی ہوا ہو۔ لیکن یہ ایک امر واقع ہے کہ پیر بدھو شاہ گورو صاحب کی ذاتِ اقدس سے بہت حد تک متاثر ہوئے۔ یہی وجہ ہے کہ وہ گورو صاحب کے خاص عقیدت مندوں میں شامل ہو گئے تھے۔ اور جب گورو گوبند سنگھ پاؤنٹہ صاحب پہنچے تو بدھو شاہ بمعہ اپنے مریدوں کے ان کے فیض حاصل کرنے کے لئے وہاں گئے تھے۔

پیر بدّھو شاہ کی شادی خانہ آبادی

اس سوانحِ حیات کے مصنّفوں کی کافی تگ و دو اور تجسّس و تلاش کے باوجود نہ تو پیر بدھو شاہ کے سسرال کے گاؤں کا، اور نہ ہی سسرال میں سے کسی رشتہ دار کا پتہ چل سکا ہے۔ سیّد خاں شہنشاہ اورنگ زیب کا ایک مشہور فوجدار تھا۔ تاہم یہ بات وثوق سے کہی جا سکتی ہے کہ پیر بدھو شاہ کے سسرال خاصے ذی وقار تھے۔ ان کا اپنا خاندان بھی تو کوئی کم سرفراز و مالدار

زتھا۔ وہ صاحبِ جا شید ادبھی تھے۔ بدرالدین جب اٹھارہ سال کے ہوئے تو
ان کی شادی سید خان کی ہمشیرہ نصیراں سے ہو گئی۔ نصیراں ایک شریف زادی و
پاک دامن دوشیزہ تھی۔ اب وہ ایک فرمانبردار اہلیہ بن گئی۔ اس نے محسوس کر لیا
کہ بدرالدین ایک صوفی درویش و پرہیزگار انسان تھا۔ اس لئے اس نے اپنے
آقا و خاوند کے رجحانات و خیالات کے مطابق اپنے آپ کو ڈھال لیا۔ اس کے دل
گورو گوبند سنگھ کے لئے ازحد خلوص و احترام تھا۔ کیونکہ بدرالدین خود بھی
تو گورو صاحب کا عقیدت مند تھا۔ نصیراں نے اپنے اخوند سید خاں کو گورو
گوبند سنگھ کی مخالفت و دشمنی کو ترک کرنے کے لئے ترغیب دی۔ خاوند و
بیوی کی زندگی کا نصب العین ایک ہی تھا۔ اس لئے دونوں ہی زندگی کو بڑے
چین و آرام سے بسر کر رہے تھے۔ خداوند کریم نے ان کو چار بیٹے عطا فرمائے۔
جن کے نام اس طرح ہیں۔ سیّد شرف، سیّد محمد شاہ، سیّد محمد بخش اور
سیّد شاہ حسین۔ ان میں تین نے اپنی جانیں گورو گوبند سنگھ کے لئے قربان کر دیں۔
دو تو بھنگانی کی جنگ میں کام آئے اور تیسرے نے گورو صاحب کی جان بچانے
کے لئے اپنا خون گرایا۔ جس کا ذکر ہم آئندہ کسی باب میں مفصل کریں گے۔

ایک دفعہ نصیراں کا بھائی سیّد خاں پیر بدھو شاہ کو ملنے کے لئے
ساڈھورہ آیا۔ اپنے بھتیجوں کو چست و چابک دیکھا اس نے خواہش ظاہر
کی کہ جب وہ کسی حد تک جوان ہو جائیں تو ان میں سے ایک کو اس کے پاس بھیج
دیا جائے تاکہ وہ اس کو شاہی دربار میں کسی اعلیٰ عہدہ پہ تعین کرا سکے۔ اس
طرح سیّد صاحب کا معاشرتی معیار بھی بلند ہو جائے گا۔ لیکن پیر صاحب
نے نہایت عجز و انکساری سے اس کی یہ پیش کش ٹھکرا دی اور کہا کہ خداوند
تعالےٰ نے انہیں بہت کچھ عطا فرما رکھا ہے۔ اور انہیں مزید کسی چیز کی
ضرورت نہیں۔ وہ نہیں چاہتے تھے کہ ان کا کوئی بھی لڑکا نظر دنیاوی و باطل

دربار کا خادم بنے۔ بلکہ اس کی دلی خواہش تھی کہ اس کی اولاد نرینہ حقیقی دربار کی خدمت میں زندگی کے دن گزارے۔ جہاں تمام انسان یکساں تصور کئے جاتے ہیں۔ اور جہاں سب کو سچا انصاف نصیب ہوتا ہے۔ سید خاں کو یہ بات نہ بھائی لیکن وہ مجبور تھا۔ اسے اس بات کا بھی بخوبی علم تھا کہ پیر بدھو شاہ اپنی دھن کے پکے ہیں اور کوئی بھی دلیل یا حجت انہیں اپنے یقین و عقیدہ سے متزلزل نہیں کر سکتی۔ اس لئے سید خاں نے بات کو طول نہ دیا اور معاملہ وہیں ختم ہو گیا۔

اوائل عمر سے ہی بدرالدین کا رجحان طبیعت مذہبی مطالعہ کی طرف زیادہ تھا۔ چنانچہ انہوں نے قرآن شریف اور دوسری مذہبی کتب کا گہرا مطالعہ کیا۔ علاوہ ازیں وہ اپنا زیادہ وقت صوفیائے کرام کی صحبت میں صرف کیا کرتے۔ ان کی توجہ و تقوے کی زندگی اور پرہیزگاری کا اثر آس پاس کے تمام لوگوں پہ بہت زیادہ پڑا۔ وہ ایک پاکباز مسلمان تھے۔ فراخدل و متحمل مزاج۔ جو دوسرے لوگوں کے خیالات کا بھی احترام کرتے تھے۔ انہیں سکھ دھرم کے اصولوں کا بھی پاس تھا۔ اور انہیں اسلام اور سکھ دھرم کی تعلیمات کی بدولت یقین ہو گیا تھا۔ کہ ان دونوں مذاہب میں بہت سے اصول مشترکہ ہیں۔ اس یقین کی بدولت وہ گورو گوبند سنگھ جی کے بہت نزدیک آ گئے۔ انہیں اسلام اور سکھ دھرم کی تعلیم اور ان کے اصولوں میں کوئی خاص فرق و اختلاف دکھائی نہ دیا۔ کیونکہ دس گوروؤں تک خدا کی وحدانیت اور انسانی اشتراکیت جیسے اصولوں کی ہی تبلیغ و تعلیم دی جاتی رہی۔ اور انہی پہ عمل ہوتا رہا۔

بدرالدین اب پیر بدھو شاہ کے نام سے مشہور تھے۔ گورو نانک کے سکھ دھرم اور اسلام کے بنیادی اصولوں کے وہ قائل تھے۔ اور صوفی

درویشوں اور سنتوں کے خیالات کے وہ معتقد تھے۔ انہیں اس امر کا یقین ہو چکا تھا کہ گورو گوبند سنگھ جی کی تعلیم پر بخوبی کاربند رہ کر وہ اپنی نجات حاصل کر سکتے تھے۔ ان کی خوش قسمتی سے ان دنوں گورو گورو گوبند سنگھ نے اپنے والد بزرگوار کی ۱۶۷۵ء میں ہوئی شہادت کے بعد ساڈھورہ کے علاقہ کو اپنا میدانِ عمل بنائے ہوئے تھے۔ بدھو شاہ ایک پاکباز و دیندار مسلمان تھے۔ ان کے لئے سکھ دھرم کے اعلیٰ اصولوں کو اپنے مذہب میں جذب کرنا دشوار نہ تھا۔ ان کا گورو گوبند سنگھ کے لئے عزت و احترام اور بھی بڑھ گیا کیونکہ گورو صاحب گورو نانک کے دھرم کے بہترین مبلغ اور برگزیدہ نمائندہ تھے۔ اپنے مذہب کے اصولوں میں سکھ گوروؤں کے مقاصد اور خصوصاً گورو گوبند سنگھ کی تعلیم کی مساوات و یکسانیت سے مرغوب ہو کر پیر بدھو شاہ نے گورو صاحب کے فیض و نیاز حاصل کرنا چاہا۔ تاکہ وہ خود حاضر ہو کر گورو صاحب کے مبارک قدموں میں اپنی عقیدت کے پھول چڑھا سکیں۔ اور اپنی نجات کے لیے ان کی آشیرباد حاصل کر سکیں۔

گورو صاحب سے رشتۂ اتحاد و محبت

تب تک گورو گوبند سنگھ ناہن کے راجہ میدنی پرکاش (جسے ست پرکاش بھی کہا جاتا ہے۔ سنہ ۱۶۹۷-۱۶۷۸ء) کی درخواست پر جمنا کے کنارے قصبہ پاؤنٹہ کو روانہ ہو چکے تھے۔ اس جگہ کا نیا قلعہ ساڈھورہ سے کوّے کی پرواز کے مطابق سیدھا بمشکل پندرہ سولہ میل کے فاصلہ پر تھا۔ گورو صاحب کو وہاں پا کر بدھو شاہ کی دیرینہ خواہش پوری ہوتی دکھائی دی۔ انہیں نادر موقعہ دستیاب ہو رہا تھا جس سے انہیں دل کی راحت نصیب ہو سکتی تھی۔ وہ کسی ایک بندۂ خدا کے متلاشی تھے۔ جس کی صحبت سے

ان کی بھٹکتی ہوئی روح کو تسکین مل سکے۔

دُور نزدیک سب لوگ جانتے تھے کہ گورو صاحب ایک فراخدل مذہبی پیشوا تھے۔ اور مذہبی تعصّب و تنگ دلی ان کے پاس تک بھٹکنے نہ پاتے تھے۔ گورو صاحب کے ایسے اوصاف حمیدہ نے پیر بدھو شاہ کو اپنی طرف مائل و راغب کیا اور انہوں نے گورو صاحب کے دیدار کے لئے مصمّم ارادہ کر لیا۔ بھائی سنتوکھ سنگھ رقمطراز ہیں کہ "جب بدھو شاہ گورو صاحب کے پاس پہنچے تو انہوں نے دست بستہ عرض کی کہ "اے سرچشمۂ حیات ابدی! میری روح کی تشنگی مٹا دیجئے۔" گورو صاحب نے پوچھا کہ "آپ کیوں تشنہ لب ہیں؟ کیوں بھٹکتے پھرتے ہیں؟ خاطر جمع رکھیں!" پیر صاحب نے متجسّس نگاہوں سے گورو صاحب سے پوچھا کہ "ہم خدا تک کیسے پہنچ سکتے ہیں؟ اس کا وصل کیسے نصیب ہو سکتا ہے؟" گورو صاحب نے وضاحت کرتے ہوئے کہا "کہ لاعلمی اور تنگ دلی کی وجہ سے ہم دنیاوی اُمور میں مبتلا رہتے ہیں اور ہم اہل و عیال، مال و دولت اور زر و زمین کو ہی اپنی زندگی کا نصب العین اور ملجا و ماوا سمجھتے ہیں۔ یہ خودی انسان اور خداوند تعالےٰ کے درمیان ایک حدِ فاصل اور رکاوٹ ہے۔ جس قدر ہم دنیا کے کاروبار میں پھنسے رہیں گے اسی قدر ہم اپنے اصل منبع سے دُور ہوتے جائیں گے۔"⁵ گورو صاحب کے ان الفاظ نے پیر صاحب کے دل پہ گہرا اثر کیا اور وہ گورو صاحب کی پابوسی کے لئے ان کے قدموں میں گر پڑے۔

---

۵ سردار رنبیر سنگھ نے اپنی تصنیف "گلمپسز آف دی ڈیوائن ماسٹرز" (انٹرنیشنل ٹریڈرز کارپوریشن نئی دہلی – ۱۹۶۵ء – صفحات ۲۳۴ – ۲۳۸) میں اس ملاقات کی تفصیل یوں دی ہے:–

میکالف لکھتا ہے کہ ،، بدھو شاہ کچھ عرصہ گورو صاحب کے پاس قیام پذیر رہے ۔ اور ان کے دل میں گورو صاحب کی برگزیدہ ہستی کے لئے از حد عزت و محبت پیدا ہو گئی ۔ بدھو شاہ نے اس امر کو تسلیم کیا کہ گورو صاحب کی یادِ مقدس ہمیشہ ان کے دل میں جاگزیں رہے گی ۔ اور وہ اپنے آپ کو گورو صاحب کے ادنےٰ خادموں میں شمار کرتے ہیں ۔

پروفیسر کرتار سنگھ کے قول کے مطابق یہ واقع گورو صاحب کے حقیقی احترام اور محبت و خلوص کی پیر بدھو شاہ کے دل پہ ایک عظیم الشان فتح تھی ۔ اور اس طرح دونوں برگزیدہ اور قابلِ احترام ہستیاں بنیادی طور پہ الگ الگ مذاہب کے پیروکار ہوتے ہوئے بھی ایک دوسرے کے نزدیک کشاں کشاں آگئے ۔

یہ بات اس لئے بھی ممکن ہو سکی کیونکہ دونوں قابلِ ستائش ہستیاں مذہبی

پیر بدھو شاہ : ۔ جناب والا ! فرمایئے کہ رب العالمین و قادرِ مطلق کو کوئی کیسے مِل سکتا ہے ؟

گورو صاحب : ۔ جیسے رات دن سے ہمکنار ہوتی ہے ۔

سیّد پیر : ۔ حضور والا ! میں سمجھ نہیں پایا ۔ جب دن نکلتا ہے تو رات ختم ہو جاتی ہے ۔

گورو صاحب : ۔ درست ! بالکل درست سمجھا ہے ۔ جب حقیقت نمودار ہوتی ہے تو خودی غائب ہو جاتی ہے

سیّد صاحب : ۔ تو پھر وصل الٰہی کے کیا معنی ؟ کیا ہمارے جسم میں کوئی روح نہیں ؟ کیا یہ حقیقت نہیں ؟

گورو صاحب : ۔ خودی میں آنا حقیقت نہیں ۔ خودی کا جھوٹا فریب ہی تو ہے جو خداوند کریم اور انسان کے درمیان دیوار بن کر حائل ہوتا ہے ۔ اور انسان کو ہمیشہ گناہ کے لئے لگاتار ترغیب دیتا رہتا ہے ۔ لیکن نورانی اُجالے کے آتے ہی یہ اُڑ جاتا ہے ۔ اور پھر سچ ہی رہ جاتا ہے ۔ حقیقت حق میں مدغم ہو جاتی ہے ۔

سیّد صاحب : ۔ ہمارے دلوں میں یہ روشنی کیسے اور کب آ سکتی ہے ؟

گورو صاحب : ۔ جب ہم باطل و کفر کا پردہ چاک کر دیں گے ۔

تعصب و کدورت سے پاک و صاف تھے ۔ اور دونوں مذہب کے بنیادی اصولوں پر متفق و کاربند تھے ۔

اپنی دل کی پاکیزگی، فراخدلی پر مبنی اصولوں ۔ پختہ یقین و ایمان، صوفیائے کرام کی صحبت اور گورو گوبند سنگھ کے باہمی ارتباط و اختلاط کی وجہ سے پیر بدھو شاہ گورو صاحب کی تعلیم سے از حد متاثر ہوئے ۔ اور ان کے لئے پیر صاحب کے دل میں عقیدت اور بھی بیشتر ہو گئی ۔

اب پیر بدھو شاہ گورو صاحب کی قدرت روحانی و عظمت کے قائل ہو چکے تھے ۔ اور صحیح معنوں میں وہ گورو صاحب کے پیرو کار بن گئے ۔ گو انہوں نے اپنا آبائی مذہب ترک نہ کیا تاہم روحانی طور پر وہ گورو صاحب کا خادم و فرمانبردار بن چکے تھے ۔ میکالف اس نظریہ کی حمایت کرتا ہے اور لکھتا ہے کہ پیر بدھو شاہ

سید صاحب :۔ فضول رسوم و قیود ہماری زندگی کا جزو بن چکے ہیں ۔ باطل و کفر ہمیں چھوڑتے نہیں ۔ میں نے خواہشات نفسانی کو کچلنے کی از حد کوشش کی ہے ۔ اور اس مقصد کے لیے میں نے کئی ایک راستے و طریقے اختیار کئے اور بے شمار کتب کا مطالعہ کر چکا ہوں ۔ میں نے کڑی سے کڑی ریاضت بھی کی اور زہد و عبادت بھی کی ۔ لیکن دل پہ قابو نہیں پا سکا ۔ اس کو مطیع نہیں کر سکا ۔

گورو صاحب :۔ آپ کو خواہشات نفسانی کے دبانے یا کچلنے کی ضرورت نہیں ۔ نہ ہی کسی قسم کی رسم و ریاضت پہ زور دینا مناسب و مفید ہوگا ۔ مذہبی رسوم اکثر راستہ کی رکاوٹیں ثابت ہوتی ہیں ۔ یہ ہماری امداد نہیں کر سکتیں ۔ خدا تو ہر دل میں بسا ہوا ہے ۔ لیکن ہم تو جہالت، غفلت اور تنگدلی کے دائرہ میں گھرے ہوئے شادماں رہتے ہیں ۔ اور خود ساختہ دنیا میں مسرت و مدہوش رہتے ہیں ۔ ہم دنیاوی تعلقات و ارتباطات میں ہی گم رہتے ہیں ۔ اور اہل و عیال، دولت و

اپنے آپ کو محض ایک گنہگار تصور کرتا تھا۔ اور اس کا یقین تھا۔ کہ اس کو بھی اپنے اعمال کا کفارہ آئیندہ کرنا پڑے گا۔ اسی لئے وہ گورو صاحب کی نظرِ کرم و شفقت چاہتا تھا۔ جس سے وہ اپنے گناہوں کی تلافی خدا کے حضور کر سکے۔ گورو صاحب نے اس کو یقین دلایا کہ اسے آئیندہ کسی قسم کا حساب کتاب دینا نہیں پڑے گا۔ گورو نانک نے اس کے لئے معافی حاصل کر لی ہے۔"

یہ واقعہ اس امر کا ثبوت ہے کہ گورو گوبند سنگھ جی کے دل میں اسلام کے لئے کسی قسم کی کدورت نہ تھی۔ پروفیسر کرپال سنگھ نارنگ اسی نظریہ کی حمایت میں یوں رقمطراز ہیں کہ "یہ سچ ہے کہ گورو گوبند سنگھ جی ہندو دھرم کے محافظ تھے۔ لیکن اس کا یہ مطلب نہیں کہ وہ اسلام کے دشمن تھے۔ اگر گورو صاحب نے پہاڑی راجوں یا وقت کے مغل حکمرانوں کے خلاف جہاد کیا یا اپنے سکھوں کو ان کے

امارت، شہرت وعظمت جیسی قیود میں گرفتار و مبتلا رہتے ہیں۔ یہ خودی کی خود فریبی محض ایک دیوار ہے جو خدا اور انسان کے درمیان ہمیشہ حائل رہتی ہے۔ اسی لئے ہم قادرِ مطلق کے جلوہ و جلال سے محروم رہتے ہیں۔

جب بھی اس ہجر کا احساس ہوتا ہے تو ہم اس خدا کے وصل کے لئے کوشاں ہوتے ہیں۔ اور کئی ایک طریقے و ذریعے استعمال کرتے ہیں۔ اپنی غفلت کی وجہ سے ہم کڑے سے کڑی ریاضت بھی کرتے ہیں۔ اور اس جسم کو کئی ایک قسم کی اذیت بھی پہنچانے سے گریز نہیں کرتے۔ لیکن یہ سب اعمال بے سود ثابت ہوتے ہیں۔ خودی کی تہ اور زیادہ سخت و گہری ہوتی جاتی ہے۔ اور حقیقت کے نظارہ کو اور زیادہ دھندلا کر دیتی ہے۔

سید صاحب!۔ تو پھر یہ کفر و باطل کا پردہ کس طرح چاک ہو سکتا ہے۔ اور ہمیں حق کا احساس کیسے ہو سکتا ہے؟

خلاف ہتھیار بند و مسلح کیا - تو صرف اس مقصد سے کہ ملک کے عوام ظلم و جبر کے خلاف کہیں گھٹنے نہ ٹیک دیں - وہ بنیادی طور پر مذہبی پیشوا تھے - اور انسانی محبت و آشتی اکینت ان کا اصل مذہب تھا -

گورو صاحب کے پیار و محبت کے اعتقاد نے پیر بدھو شاہ کو مائل کر لیا - جو کہ پہلے ہی حق کے متلاشی تھے - ان کی تشنہ روح اپنی روحانی پیاس بجھانا چاہتی تھی - جس کے لئے انہیں سرچشمۂ حیات دستیاب ہو چکا تھا - انہیں گورو صاحب کی تعلیمات میں تسکین و راحت نصیب ہوئی -

گورو صاحب کی عالمگیر تعلیم نے پیر بدھو شاہ کو بہت حد تک متاثر کیا - گورو صاحب کی روحانی رشد و ہدایت کو تسلیم کرنا گویا پیر بدھو شاہ کی فراخدلی و آزادانہ نظریہ کا ادنیٰ ثبوت ہے - یہ امر اور بھی قابلِ ستائش ہے - جب کہ ہم

گورو صاحب :- خداوند تعالےٰ کی رضا و تسلیم میں رہو - اس کے حکم کے پابند رہو - جب ہم اس کی رضا میں رہنا سیکھ جاتے ہیں - تو یہ جھوٹ کا پردہ فاش ہو جاتا ہے - اور ہم اس قادرِ مطلق سے ہم کنار ہوتے ہیں - ہمارا باطن اس کے نور سے منور ہو جاتا ہے - ہم یونہی حق کی تلاش میں جنگلوں و بیابانوں کی خاک چھانتے پھرتے تھے - جب ہم اپنی ذات و خودی کو اس ذات معلےٰ میں مدغم کر دیں تو خدا کو اپنے دل میں جلوہ گر دیکھتے ہیں -

سیّد صاحب :- حضور والا ! یہ تو فرمائیں کہ رضا و تسلیم کیا ہوتے ہیں - ہم اس کے حکم کو کس طرح سمجھ سکتے ہیں ، ہماری خودی کا پردہ کیسے چاک ہو اور حقیقت کو کیسے پائیں ؟

گورو صاحب :- رضا و تسلیم سمجھنے کے لئے ہمیں مرشد کی پناہ لینی چاہیئے - مرشد ہی ہمارا روحانی آقا و مالک ہے - وہ فطرتاً پاک و مقدّس ہے - دل کا صاف

دیکھتے ہیں کہ وہ شہنشاہ اورنگ زیب کا عہدِ حکومت تھا۔ جس میں مذہبی رواداری نام کو بھی نہ ملتی تھی۔ پیر بدھو شاہ نے اپنے آپ کو ایک روشن ضمیر مسلمان پیشوا ثابت کیا۔ اسلامی روایات و تعلیمات کے گہرے مطالعہ نے اُن کے خیالات و اعتقادات کو بغض و کینہ سے پاک کر دیا۔ اور وہ انسانی مساوات میں یقین کرنے لگے۔ گورو گوبند سنگھ کی صحبت و روحانی ہدایت پیر صاحب کی فراخدلی کو اور بھی چار چاند لگا گئے۔ وہ انسانی مذہب کی اس منزل پہ پہنچ چکے تھے جہاں انسان اپنے مذہبی نظریہ اور اغیار کے مذاہب میں کسی قسم کا فرق و امتیاز نہیں دیکھتا۔ ان کے خیالات میں اس نمایاں تبدیلی کا باعث بیشتر گورو گوبند سنگھ کی مقناطیسی شخصیت تھی۔

گورو صاحب نے پیر صاحب کو کچھ دیر اور پاؤنٹہ صاحب میں قیام رکھنے کے لئے مشورہ دیا۔ پیر بدھو شاہ خود بھی گورو صاحب کے پاس زیادہ عرصہ رہنے کے خواہاں تھے۔ لیکن ان کے پیروکار و مرید واپس جانے کے لئے مصر و بضد تھے۔ مراجعت پہ پیر صاحب کے ایک مرید نے سوال کیا کہ ایک مسلمان سیّد ہوتے ہوئے وہ ایک ہندو کے کیوں معتقد ہیں۔

پیر صاحب نے فرمایا کہ ان کا اس طرح سوچنا صحیح نہیں ہے۔ یہ ان کی محض خطا ہے۔ کیونکہ حقیقت میں خدا واحد و لاشریک ہے۔ اور تمام بنی نوع انسان

اور کدورت سے مبّرا ہے وہ قادرِ مطلق کا آئینہ حق ہے۔ اور جب تک انسان رضا و تسلیم کا مفہوم نہیں سمجھتا وہ مصائب و آلام کا شکار ہوتا ہے۔ لیکن جب مُرشدِ کامل کے ملنے کے بعد اسے خدا کے حکم کی اصلیت معلوم ہو جاتی ہے تو اسے سکون، آرام اور ابدی راحت نصیب ہوتے ہیں۔

"اِکو نام حکم ہے
ستگور دیا بجھائے جیو"

ایک ہیں۔ گورو گوبند سنگھ کی شخصیت میں خدا کی ذات جلوہ گر ہے۔ اور وہ انہیں آئینۂ حق تصور کرتے ہیں۔

پیر بدھو شاہ گورو گوبند سنگھ کے روحانی خیالات سے سرشار و سرمست ساڈھورہ واپس آئے۔ اور اس طرح گورو صاحب اور پیر بدھو شاہ میں ایک مضبوط رشتۂ اعتقاد و ایمان قائم ہو گیا۔

گورو گوبند سنگھ کے پاس پانچ سو پٹھان سپاہیوں کا نوکر ہونا۔

پیر صاحب کے ساڈھورہ واپس پہنچنے کے کچھ عرصہ بعد پانچ سو ایسے پٹھان سپاہی وہاں آئے جن کو شہنشاہ اورنگ زیب نے نوکری سے برخاست کر دیا تھا وہ اپنے سردار کی وساطت سے پیر بدھو شاہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور انہوں نے اپنی داستانِ الم ان کے گوش گزار کی۔ انہوں نے بتایا کہ شہنشاہ نے انہیں بغیر کسی خطا کے برخاست کر دیا ہے۔ اور حکم صادر کیا ہے کہ کوئی شخص بھی انہیں اپنے پاس نوکر نہ رکھے۔ اور اگر ہم کچھ عرصہ اور بیکار رہے تو ہمیں اپنا اسلحہ تک فروخت کرنا پڑے گا۔ ہم اب بھوکوں مر رہے ہیں۔ فوج کی نوکری ہمارا پیشہ ہے۔ اس لئے از راہِ کرم ہمارے گزارہ و روزگار کے لئے قدرے تردّد فرمائیں،،

پیر صاحب کو ان کی حالتِ زار پہ رحم آیا ....

.... اور وہ انہیں پاؤنٹہ صاحب لے گئے تاکہ گورو گوبند سنگھ کے پاس انہیں نوکر رکھوا دیں۔ پیر صاحب کی درخواست گورو صاحب نے خندہ پیشانی سے قبول فرمائی۔ کہتے ہیں کہ ان کے نو جداروں سردار کالے خاں، بھیکھم خاں، نجابت خاں اور عمر خاں کو پانچ روپیہ فی کس کے مشاہرہ پہ اور سپاہیوں کو ایک روپیہ فی کس یومیہ پہ نوکر رکھ لیا گیا۔ ان پٹھانوں کی بھرتی سے گورو صاحب کی

انواع کی طاقت بہت حد تک بڑھ گئی ۔

پیر بُدّھو شاہ کی ہمدردانہ طبیعت :۔

پیر بدھو شاہ نہ صرف انسانی ہمدردی و شفقت کے لیے ہی اظہر من الشمس تھے ۔ بلکہ جانوروں پہ بھی رحم و ترس کھانے کے لئے بھی وہ مشہور تھے ۔ روایت ہے کہ ان کا ایک رشتہ دار جاناں بہت بے رحم و سنگدل تھا ۔ وہ اپنی تند و تیز طبیعت اور وحشیانہ برتاؤ کے لئے بدنام تھا ۔ وہ پیر بدھو شاہ کی زمین (بٹائی ، یعنی حصہ) پہ کاشت کیا کرتا تھا ۔ اپنے محدود ذرائع اور کنبہ کے زیادہ افراد کی وجہ سے وہ غیر معمولی طور پہ تند و تیز تھا ۔ اگر کوئی خدانخواستہ اس کے کھیتوں کے نزدیک بھی آتا تو وہ آپے سے باہر ہو جاتا ۔ اور سخت و کڑی کارروائی کی دھمکی دیتا ۔ ایک دفعہ کچھ جانور اس کے کھیت میں گھس آئے ۔ جن کا مالک کچھ فاصلہ پر پیچھے آ رہا تھا ۔ جاناں نے جانوروں کو بہت بری طرح پیٹا اور ان کے مالک کو برا بھلا کہنے لگا ۔ اس واقعہ کی اطلاع پیر صاحب کو بھی دی گئی ۔ جاناں کو پیر صاحب کی درویشانہ شخصیت کا بہت پاس و احترام تھا ۔ لیکن اس نے پیر صاحب کی نصیحت کو طوعاً و کرہاً مانا ۔ پیر صاحب نے جاناں سے نہایت نرمی سے کہا کہ وہ خدا کی مخلوقات سے وحشیانہ برتاؤ نہ کیا کرے ۔ کیونکہ آخر ان کا بھی فصل میں کچھ نہ کچھ حصہ ہوتا ہے ۔ جاناں پیر صاحب کے منطق پہ حیران و ششدر رہ گیا ۔ اور اس نے پیر صاحب سے کہا کہ وہ کھیتوں میں اس لئے کڑی محنت و مشقت نہیں کرتا کہ اس کی فصل آوارہ جانور تباہ و برباد کر جائیں ۔

اس پہ پیر صاحب نے کہا کہ وہ اس شرط پہ فصل کا اپنا حصہ چھوڑنے کو تیار ہیں ۔ اگر وہ اقرار کرے کہ آئندہ وہ کسی جانور کو بھی نہیں پیٹے گا بلکہ خاموشی

اور نرمی سے اسے کھیتوں سے باہر نکال دے گا۔ کہتے ہیں کہ جس کھیت میں
آوارہ جانور گھس آئے تھے۔ اس میں دوسرے تمام کھیتوں کی مجموعی فصل کے برابر
فصل ہوتی۔ اس سے وہ کم عقل اور ان پڑھ جاناں پیر صاحب کی نصیحت کا از حد
قائل ہو گیا۔ اور اس کے بعد وہ جانوروں سے نیک برتاؤ کرنے لگا۔

باب دوم

جنگِ بھنگانی (۱۶۸۶ء) میں پیر بُدھو شاہ کا قابلِ تحسین حصہ

شوالک کی پہاڑیوں میں جہاں گورو گوبند سنگھ جی نے اپنے والدِ ماجد
کی شہادت کے بعد اپنے جنگی اعمال کا مرکز قائم کر رکھا تھا۔ ان کی دن بدن بڑھتی
ہوئی طاقت پہاڑی راجاؤں کو ایک آنکھ نہ بھاتی تھی۔ گورو صاحب نے تین قلعے
تعمیر کروائے۔ ایک پاؤنٹہ صاحب، دوسرا آنندپور صاحب اور تیسرا چمکور صاح
گورو صاحب اپنی طرف سے چاہتے تھے کہ مغلیہ ظلم و جبر کے خلاف جاری
کئے گئے جہاد میں پہاڑی راجاؤں کا تعاون حاصل کیا جائے۔ لیکن پہاڑی
راجاؤں کے دلوں میں گورو صاحب کے نصب العین کے بارے بہت سے
شکوک و وہم تھے۔ اور انہوں نے گورو صاحب کے کام میں ہر قسم کی رکاو
ڈالنے اور ان کو بدنام کرنے میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں رکھا۔ اس لئے گورو
صاحب ان کی مخالفت اور ردِ عمل کے لئے مجبور ہو گئے۔ گورو صاحب نے
اپنے پیروکاروں سے کہا کہ وہ پہاڑی راجاؤں کے خلاف کھُلم کھلا جہاد کریں۔
پہاڑی راجاؤں کی ریاستیں سکھوں کے حملوں کا شکار بننے لگیں۔ پروفیس
اندو بھوشن بینرجی کے قول کے مطابق "گورو صاحب کہلور کے راجہ بھیم چ
کے لئے ایک بھاری خطرہ ثابت ہو رہے تھے۔ اور اس کی ریاست کا نظام

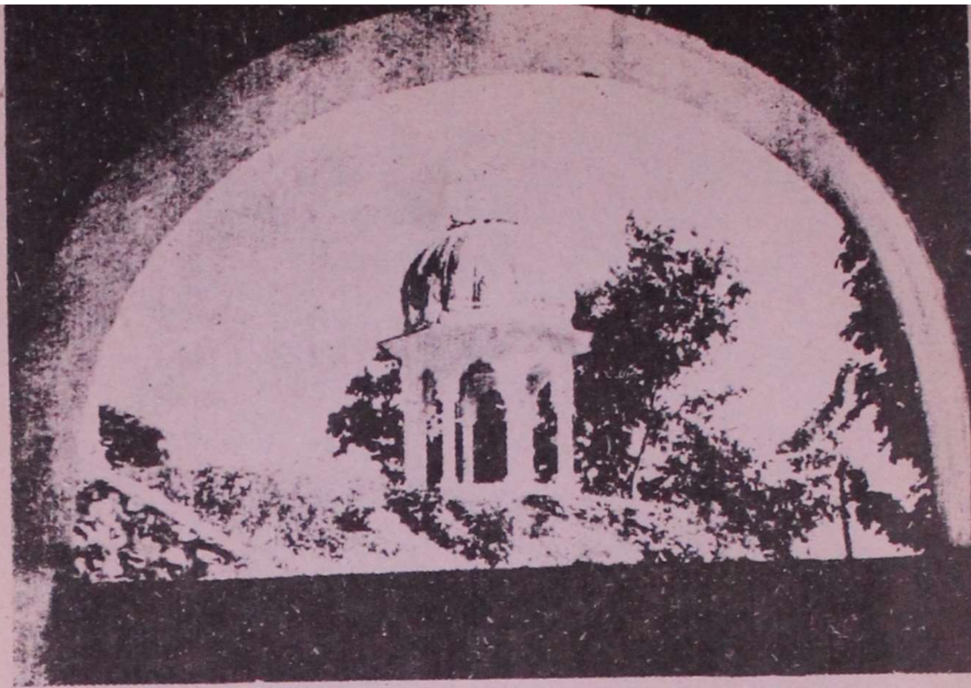
معرضِ خطر میں تھا۔" راجہ بھیم چند نے گورو گوبند سنگھ کے پیروکاروں کے حملہ و قبضہ کے خلاف کڑی کاروائی کرنے کا مصمّم ارادہ کر لیا۔ اس نے ایک تجویز تیار کی جس پر اس کے بیٹے کی سرینگر (گڑھوال) کے راجہ فتح شاہ کی لڑکی سے شادی ہو جانے کے بعد عمل کیا جانا تھا۔ دراصل بھیم چند نے گورو صاحب کو اس شادی میں شرکت کی دعوت بھی دی۔ لیکن گورو صاحب نے راجہ سے تعلقات کشیدہ ہونے کی وجہ سے اس دعوت کو نامنظور کر دیا اور دیوان نند چند کو بیش بہا تحائف دیکر سرینگر روانہ کیا۔ اس شادی نے پہاڑی راجاؤں کو باہمی صلاح و مشورہ کرنے اور گورو صاحب کے خلاف مجموعی و متفقہ صف آرا ہونے کا موقعہ بہم پہنچایا۔ گورو گوبند سنگھ کے خلاف پہاڑی راجاؤں کا مخالفانہ رویہ اس امر سے بھی صاف ظاہر ہوتا ہے کہ انہوں نے گورو صاحب کے ارسال کردہ تحائف رد کر دیئے اور راجہ بھیم چند کی طرف سے پانچ سو گھوڑ سوار نند چند کو سرینگر یا پونٹہ صاحب کے راستہ پر روکنے اور لوٹنے کے لئے بھیجے گئے۔ شادی کے موقعہ پر راجہ فتح چند اور راجہ فتح شاہ نے باہمی رشتۂ اتحاد قائم کر لیا۔ اور انہوں نے پاؤنٹہ صاحب پر حملہ کرنے کا فیصلہ بھی کیا۔

پٹھان سپاہیوں کی غدّاری۔

اس نازک موقعہ پر اُن پٹھان سپاہیوں نے گورو گوبند سنگھ سے غدّاری کی جن کو پیر بدھو شاہ نے گورو صاحب کے ہاں نوکر رکھوایا تھا۔ نجابت خاں، حیات خاں، اور بھیکم خاں گورو صاحب کے پاس آئے اور اپنے لئے اور اپنے ساتھیوں کے لئے گھر جانے کی رخصت مانگی۔ ایسے ناجائز برتاؤ کے لئے انہوں نے بہانہ یہ تراشا کہ ان کے

ہاں پیچھے کئی ایک اموات، پیدائشیں، عقائید نکاح اور ایسی ہی دیگر رسوم ہونی قرار پائی ہیں۔ جن میں ان کی شمولیت از حد ضروری ہے اور اگر وہ اس موقعہ پر وطن کو نہ گئے تو ان کے رشتہ دار ان کو برادری سے خارج کر دینگے۔

گورو گوبند سنگھ نے انہیں اپنے فرائض کی ادائیگی کے لئے تلقین کی اور کہا کہ وہ اس طرح عین موقعہ پر فرائض کی کوتاہی سے اپنے پیشہ اور قوم کے لئے بدنامی کا باعث نہ بنیں۔ گورو صاحب نے اس تلخ حقیقت کا اظہار بھی ان کے سامنے کیا کہ جو شخص میدانِ جنگ میں اپنے آقا سے غداری کرتا ہے وہ اس دنیا میں بھی شرمسار ہوتا ہے۔ اور آئیندہ بھی ذلیل وخوار ہوتا ہے انہوں نے یہ بات بھی وثوق سے کہی اور انہیں یقین دلایا کہ انسانی جامہ میں صرف وہی لوگ قابلِ عزت و ستائش ہوتے ہیں جو دشمن کا مقابلہ کرتے ہوئے اپنی جانیں تک نثار کرنے سے عاری نہیں ہوتے۔ اس تلقین و ترغیب کے ساتھ ہی گورو صاحب نے ان کے مشاہروں کو بھی دگنا بلکہ تگنا اور چوگنا کرنے کا بھی وعدہ کیا۔ لیکن گورو صاحب کے تمام وعدے اور ترغیبیں کارگر ثابت نہ ہوئیں اور سپاہیوں نے اپنا رویہ نہ بدلا۔ دراصل بات یہ تھی کہ پہاڑی راجاؤں نے درپردہ ان پٹھانوں کو اپنی طرف مائل کر لیا تھا۔ اور انہیں خرید لیا تھا۔ اور وہ گورو صاحب کے نازک حالات کا ناجائز فائیدہ اٹھانا چاہتے تھے۔ کیونکہ اس وقت گورو صاحب پہاڑی راجاؤں کی بھاری افواج کے بالمقابل صف آرا تھے۔ پٹھان سپاہیوں نے تو گورو صاحب کے ڈیرہ کو بھی لوٹنے کی ٹھان رکھی تھی۔ کیونکہ انہیں وہاں کے مال ومتاع کا بخوبی علم تھا۔ ایک طرف تو یہ پٹھان پہاڑی راجاؤں کی اس تشویشی وخواہش کا ازبس فایدہ اٹھانا چاہتے تھے۔



دستار استھان پونٹہ صاحب



گورو گوبند سنگھ جی کا کنگھا

جس سے کہ وہ بڑی سے بڑی قیمت پہ بھی ان سپاہیوں کو خریدنا چاہتے تھے۔ اور دوسری طرف وہ گورو صاحب کی نازک حالت کو بھی بخوبی سمجھتے تھے۔ کیونکہ انہیں یقین تھا کہ ان کے اس طرح چھوڑ جانے سے گورو صاحب کی فوجی طاقت میں بہت حد تک تخفیف ہو جائے گی۔ راجہ فتح شاہ کی دالی ترغیب پہ پٹھان اس کی افواج میں شامل ہو گئے۔ صرف کالے خان اپنے ایک سو ہمراہیوں کے ساتھ گورو صاحب کے پاس رہا۔

اس نازک موقعہ پہ گورو صاحب نے پیر بدھو شاہ کو ایک نامہ لکھا جس میں اس امر کا اظہار کیا۔ کہ "آپ نے جن پٹھان سپاہیوں کو ہمارے ہاں نوکر رکھوایا تھا وہ ہمارے خزانہ سے طلب حاصل کرتے رہے۔ لیکن وقت پڑنے پہ انہوں نے غداری کی اور پیٹھ دکھا گئے۔ شاید وہ پہاڑی راجاؤں کے بے پناہ لشکر سے خوفزدہ ہو گئے۔ اور یہ بزدل ہمارے دشمنوں سے جا ملے۔ افسوس ہے کہ آپ نے ایسے ناقابلِ اعتبار سپاہیوں کو ہمارے پاس بھرتی کروایا۔"

پٹھان سپاہیوں کی غداری پہ بدھو شاہ کا اظہارِ تاسف

مذکورہ بالا نامہ ملنے پہ پیر بدھو شاہ کو بہت رنج اور افسوس ہوا۔ پٹھان سپاہیوں کے غدارانہ رویہ پہ انہیں سخت شرمسار ہونا پڑا۔ گورو صاحب کی ملامت گویا پیر بدھو شاہ کی ضمیر میں خار کی مانند کھٹکنے لگی۔ اور وہ بہت پریشان ہوئے۔ پٹھانوں کی غداری کی تلافی کرنے کے لئے پیر بدھو شاہ نے بمعہ اپنے مریدوں اور رشتہ داروں کے گورو گوبند سنگھ کی افواج میں شامل ہونے کا فیصلہ کیا۔ بدھو شاہ نے محسوس کیا کہ پٹھانوں کی بے وفائی و غداری نے انہیں گورو صاحب کی نظروں میں از حد بدنام و بے عزت کر دیا تھا۔ جس کا بدھو شاہ کفارہ کرنا چاہتے تھے۔ اس لئے انہوں نے گورو گوبند سنگھ کی مدد تمام ممکن وسائل و ذرائع سے

کرنے کا عزم بالجزم کیا۔

پیر بدھو شاہ کی جنگِ بھنگانی میں شرکت

عین موقعہ پہ پیر بدھو شاہ اپنی بھاری فوج کے ساتھ گورو صاحب کے پاس پہنچ گیا۔ اُداسیوں اور پٹھانوں کے اس سے قبل مُنہ موڑ جانے سے گورو صاحب کی حالت تشویشناک ہو گئی تھی۔ پیر بدھو شاہ گورو صاحب کی مقصد برآری و حمایت کے لئے بمعہ اپنے ساتھیوں کے جنگ میں کُود پڑے۔ انہیں دیکھ کر گورو صاحب ازحد مسرور و شادماں ہوئے۔ اور پیر صاحب کی وفا و عقیدت اور جذبۂ قربانی سے بہت متاثر ہوئے۔ پیر بدھو شاہ اور ان کے مرید اور ساتھی بڑی جرأت و دلیری سے لڑے اور گورو گوبند سنگھ کے دشمنوں کی ایک خاصی تعداد کو تہِ تیغ کرنے میں کامیاب و کامراں ہوئے۔ تمام میدانِ جنگ خون سے سُرخ ہو گیا۔ بدھو شاہ کے جانثار بجلی کی طرح کڑکے اور آندھی و طوفان کی مانند دشمنوں کے خس و خاشاک کو بہا لے گئے۔

بھائی سنتوکھ سنگھ نے پیر بدھو شاہ کے بیٹوں کی لڑائی کا ہو بہو نقشہ کھینچا ہے۔ یہ امر حیرت انگیز ہے کہ پیر بدھو شاہ کے ساتھی غیر تربیت یافتہ اور پوری طرح مسلح نہ ہوتے ہوئے بھی کس جانبازی و استقلال سے جنگ آزما ہوئے۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ پیر بدھو شاہ کی گورو صاحب کی طرف سے جنگ میں شرکت نے ان کے ساتھیوں میں ایک نئی رُوح پھونک دی ہو۔ جنگِ بھنگانی کی تفصیلات کئی ایک مصنفوں نے بھی دی ہیں۔ یہاں تک کہ گورو گوبند سنگھ نے بھی اپنی تصنیف "وچتر ناٹک" میں اس کا مفصّل حال بیان کیا ہے۔ یہاں اصل جنگ آزمائی کی تفصیل میں جانے سے قطع نظر اتنا کہنے پہ ہی اکتفا کرنا ہو گا کہ پیر بدھو شاہ اور اس کے ساتھیوں کا اس موقعہ پہ جنگ میں شریک ہونے سے

گورو صاحب کی افواج کا پلڑا بھاری ہو گیا۔ اور حالات موافق و سازگار ہو گئے۔ اور باوجود گنتی میں زیادہ ہونے اور پیشہ ور سپاہیوں کے حصّہ لینے کے پہاڑی راجاؤں کو اس جنگ میں مُنہ کی کھانی پڑی اور انہیں فیصلہ کن شکست ہوئی۔ اور ان کی بھاری اکثریت، اسلحہ اور فوجی تربیت و مشق سب بے سُود ثابت ہوئیں۔ پیر بدھو شاہ کی جنگِ ہنگانی میں شرکت ایک محور ثابت ہوئی۔ ان کے دو بیٹے، ایک بھتیجا اور بہت سے ساتھی اس جنگ میں کام آئے۔ ڈاکٹر گوکل چند نارنگ کے قول کے مطابق پیر بدھو شاہ اور ان کے پیروکاروں کی ایسے نازک وقت پہ بہم پہنچائی امداد کی بدولت گورو گوبند سنگھ کو پہاڑی راجاؤں پہ مکمّل و شاندار فتح نصیب ہوئی۔"

جنگ کے آغاز میں گورو صاحب کی حالت نہایت نازک و مشکوک تھی۔ پٹھان سپاہیوں اور اُداسیوں کی غداری کی وجہ سے گورو صاحب کی فوجی طاقت بہت حد تک کمزور ہو گئی تھی۔ بدھو شاہ کی وقت پہ آمد سے حالات دگرگُوں ہو گئے۔ اور گورو صاحب کا پلّہ بھاری ہو گیا۔ اس سے گورو گوبند سنگھ کی خوشی کی کوئی انتہا نہ رہی۔ اور انہوں نے برملا کہا "شاباش! بدھو شاہ! آپ نے ہماری عزّت بچالی۔ اور بدھو شاہ کی خدمات کا اعتراف کرتے ہوئے ان سے کہا۔ "ادھر آئیے! آپ بے شک ایک اچھّے پیر ہیں۔"

اس پہ پیر بدھو شاہ دست بستہ گورو صاحب کے قریب آئے۔ اور کہا۔ کہ "اب مجھے افسوس نہیں۔ بے شک میرے بیٹوں اور ساتھیوں نے ایک مقدّس کام کے لئے اپنی جانیں نثار کی ہیں۔"

ایک روشن ضمیر و بصیرت افروز انسان کی طرح پیر بدھو شاہ کو جنگ میں کام آئے مریدوں کا ہرگز کوئی افسوس نہ ہوا نہ ان کے دل پہ ان اموات نے کچھ اثر کیا۔ بلکہ انہوں نے گورو صاحب کے حق میں اپنا ایک فرضِ اوّلین سمجھا۔ کیونکہ وہ

گورو صاحب کا ازحد عزت و احترام کرتے تھے۔ انہیں اس بات سے اور بھی زیادہ تسکین و تسلی ہوئی کیونکہ ایسا کرنے سے انہوں نے اس کلنک کے ٹیکے کو دھو دیا تھا۔ جو ان پٹھان سپاہیوں کی غداری و بے وفائی نے ان کے ماتھے پہ لگایا تھا۔ جن کو پیر صاحب نے گورو صاحب کے ہاں نوکر رکھوایا تھا۔ پیر بدھو شاہ نے اس امر کا بھی اعتراف کیا کہ وہ خداوند تعالےٰ کے ازحد شکر گذار ہیں۔ جس نے انہیں اپنی عزت برقرار رکھنے کا موقعہ عنائت کیا تھا۔ اور یہ ان کی خوش قسمتی تھی کہ وہ گورو صاحب کی طرف سے جنگِ بھنگانی میں شریک ہو سکے۔ انہوں نے اس بات کا بھی اظہار کیا کہ جب گورو گوبند سنگھ کی طرف سے انہیں ملامتی رقعہ ملا تھا تو وہ نہائیت شرمسار ہوئے تھے۔ اور اسی وقت اپنے سات سو ساتھیوں کو جمع کرنے کے بعد پاؤنٹہ صاحب کے لئے چل دیئے تھے۔ وہاں پہنچنے پہ انہوں نے دیکھا کہ گورو گوبند سنگھ پہلے سے ہی لڑائی میں مصروف و مشغول تھے۔ اس لئے انہوں نے بھی فوراً جنگ میں شریک ہونے کا فیصلہ کیا۔ ان کے ساتھیوں نے ایک مضبوط چٹان کی طرح گورو صاحب کی دشمن افواج پہ ہلّہ بول دیا۔ اور ان کی پیش قدمی کو روک دیا۔ پہاڑی راجاؤں کے سپاہی اس پہ حیران و ششدر رہ گئے۔ اور گو انہوں نے غلبہ پانے کی ازحد کوشش کی لیکن کامیاب نہ ہو سکے۔ گورو صاحب کے لئے عقیدت و اشتیاق کے جذبات سے سرشار پیر صاحب کے پیروکار ایک چٹان کی مانند جم کر لڑے۔ گھمسان کی لڑائی ہوئی اور قیامت کا شور بپا ہوا۔ اس جنگ میں پیر صاحب کے دو بیٹے، ایک بھتیجا اور بہت سے مرید جامِ شہادت نوش فرما گئے۔ اس طرح پیر صاحب نے پٹھان سپاہیوں کی غداری کا کفارہ بہت حد تک کر دیا۔

گورو گوبند سنگھ پیر بدھو شاہ کے بہت مشکور ہوئے اور انہوں نے بھری مجلس میں پیر صاحب کی خدمات کا اعتراف کیا۔ جنگِ بھنگانی میں ایسی

بے پناہ قربانی اور لاثانی شرکت کی وجہ سے گورو صاحب نے پیر صاحب اور ان کے ساتھیوں کو اعلیٰ مراتب و مدارج عطا فرمائے۔

۲۔ بھنگانی کی فتح کی اہمیت۔

جنگِ بھنگانی گورو گوبند سنگھ جی کی تاریخ زندگی میں ایک غیر معمولی سانحہ تھا۔ پہاڑی راجاؤں کی بھاری فوجی طاقت کے ساتھ یہ ایک پہلا کھلم کھلا مقابلہ تھا۔ بیس سال کی عمر میں ان کی ایسی شاندار فتح نے گورو صاحب کے پیروکاروں میں خود اعتمادی کا یقین پختہ کر دیا۔ اور گورو صاحب کی فوجی و روحانی عظمت قائم کر دی۔ اس فتح کی اہمیت اس لئے بھی بڑھ جاتی ہے کہ جنگ کے شروع میں ایسے کوئی آثار دکھائی نہیں دیتے تھے۔ پیر بدھو شاہ کی بروقت پہنچائی گئی مدد نے حالات دگرگوں کر دیئے۔ اور گورو گوبند سنگھ کی فوجوں کا پلہ بھاری ہو گیا۔ خدانخواستہ اگر کہیں شکست ہو جاتی تو اس کے انجام بہت خطرناک ہوتے۔ اس سے تو شوالک پہاڑیوں میں میدانِ عمل کے لئے قائم کیا گیا قلعہ ہی ہاتھ سے جاتا رہتا۔ اور کسی طرح کی ناکامی و کامرانی انہیں اس علاقہ کو خیرباد کہنے پہ مجبور کر دیتی۔ اور پھر کبھی مقصد برآری نہ ہوتی۔

پیر بدھو شاہ کا کردار ازحد اہم ہے۔ کیونکہ گورو صاحب کی فوجی طاقت کو مجتمع کرنے میں انہیں کا ہاتھ تھا۔ پہاڑی راجاؤں کی جنگ میں انہوں نے بہت زیادہ حصہ ڈالا تھا۔

پیر بدھو شاہ کا پیہم عمل فتح کا باعث ہوا۔ بدھو شاہ بھنگانی کی جنگ میں سکھ افواج کو شکست سے بچانے والا تھا۔ گورو صاحب بجا طور پر پیر صاحب کے مشکور و ممنون تھے۔

۳ بھنگانی کی فتح نے گورو گوبند سنگھ کی حالت کو مستحکم و محفوظ بنا دیا۔

اور سکھوں کو اپنے نصب العین کے حصول کے لئے خود اعتمادی کا یقین بخشا۔
اس فتح نے گورو صاحب کے نقشِ زندگی کو گہرا بنا دیا۔ اور پہاڑی راجوں کو اس
امر کا احساس ہو گیا کہ گورو صاحب کو اس جگہ سے ہٹا نہیں سکتے۔ ڈاکٹر گوکل چند
نارنگ نے ٹھیک ہی تو کہا ہے کہ "جب راجوں نے گورو گوبند سنگھ کی بڑھتی
ہوئی طاقت کو دیکھا اور احساس کر لیا کہ گورو صاحب کس مٹی کے بنے ہوئے
ہیں تو وہ ان کے عزم کو حقیقت سمجھنے لگے۔ وہ اب گورو صاحب سے لوہا نہیں
لے سکتے تھے۔ ان کے خلاف کھڑے نہیں ہو سکتے تھے۔ اس لئے انہوں نے
یہی مناسب سمجھا کہ وہ گورو صاحب سے محافظتی و مدافعتی عہد نامہ کر لیں۔"

بھنگانی کی فتح نے گورو صاحب کے وقار و شکوہ کو بہت بلند کیا
اور لوگ اب انہیں مظلوموں اور بے کسوں کے یار اور نیم آزاد سرداروں کے
سردار سمجھنے لگے۔ ان کا طوائف الملوک پر بھی بہت اثر و رسوخ ہو گیا۔ اور
اگر چاہتے تو شوالک پہاڑیوں کے دامن میں ایک آزاد ریاست قائم کر
سکتے تھے۔

پیر بدھو شاہ گورو گوبند سنگھ کا باوفا دوست و مداح تھے
ان کی کھلے دل اور بے غرضانہ دی گئی امداد نے ہی بھنگانی کی جنگ میں فتح
کے دروازے کھولے۔ گورو گوبند سنگھ بہت سے بیش بہا تحائف اپنے
عزیز دوست پیر صاحب کو عطا کرنا چاہتے تھے۔ جن کے قبول کرنے سے
انہوں نے معذرت کی۔ اور گورو صاحب کی عنایت و نوازش کی ہی آرزو کی۔
پیر صاحب نے گورو گوبند سنگھ سے صرف ایک دستار، ایک لکڑی کا
کنگھا (جس میں گورو صاحب کے موئے مبارک تھے) اور ایک چھوٹی کٹار
لئے جنہیں وہ بھنگانی کی جنگ کے ایام کی یاد سمجھتے تھے۔ اور مبارک نشانی
کے طور پر اپنے پاس ہمیشہ رکھنا چاہتے تھے۔ یہ مقدس یادگاریں اب

ہیرا محل نابھہ میں محفوظ ہیں۔

اس جنگ کے بعد پیر بدھو شاہ اپنے گاؤں ساڈھورہ چلے گئے ان کی خدمات کا اعتراف پاؤنٹہ صاحب میں کھلے اجلاس میں کیا گیا۔

۳۔ پیر بدھو شاہ کے خلاف پہاڑی راجاؤں کی شکایت

بھنگانی کی جنگ میں شکست فاش کھانے کے بعد پہاڑی راجوں نے ایک اجلاس مدعو کیا تاکہ بھنگانی کی جنگ میں گورو صاحب کی فتح کی وجوہات معلوم کی جائیں اور ان پر غور کیا جائے۔ وہ یہ بات سمجھنے سے قاصر تھے کہ ان کی اتنی کثیر و تربیت یافتہ فوج کس طرح مٹھی بھر گنوار درویشوں اور ادنےٰ ذات کے سپاہیوں کے ہاتھوں ہار گئی۔ کئی ایک راجاؤں نے گورو گوبند سنگھ کی روحانی طاقت کو اس کا باعث بتایا اور کئی ایک نے اپنی پہاڑی فوجوں کی وفا پہ شک کا اظہار کیا۔ راجہ فتح شاہ نے اس راز کا انکشاف کیا کہ سید بدرالدین المعروف بدھو شاہ گورو گوبند سنگھ کی مدد کے لئے بمعہ اپنے مریدوں اور لواحقین کے آیا تھا۔ اس لئے ہم پہاڑی راجوں کو دو محاذوں پہ لڑنا پڑا تھا۔ جبکہ اس کے برعکس گورو صاحب کی فوجی طاقت دگنی ہو گئی تھی۔ راجہ فتح شاہ نے یہ انکشاف اپنے ایک جاسوس کی دی ہوئی خبر کی بنا پہ کیا تھا۔ اس پہ تمام راجوں نے متفقہ فیصلہ کیا کہ پیر صاحب کے خلاف مندرجہ ذیل الفاظ میں دہلی دربار کی خدمت میں مراسلہ کی شکل میں شکائت بھیجی جائے۔ کہ اے شہنشاہ عالمگیر! تیغ بہادر کے بیٹے نے ایک باغی گروہ منظم کیا ہے۔ جو کہ ایک دن دلّی کی حکومت کے لئے بھاری خطرہ ثابت ہوگا۔ ہم نے اس بغاوت کو بھنگانی کی جنگ میں کچلنے کی بہیم کوشش کی ہے۔ لیکن حضور والا کے ہم مذہب بھائی پیر بدھو شاہ نے اپنے مریدوں، لواحقین و رشتہ داروں کی ایک کثیر فوج لاکر ہمارے خلاف گورو صاحب کو مدد بہم پہنچائی ہے۔ اور اس طرح وہ اس خوفناک بغاوت کو زندہ رہنے میں مددگار

ثابت ہو رہا ہے۔ ایسے کافر نابکار کو عبرتناک سزا ملنی چاہیے۔ جس سے عوام کو احساس ہو کہ وہ سرکار عالیہ کے دشمنوں کی کسی طرح بھی مدد نہ کریں۔"

سیّد خاں اورنگ زیب کا ایک مشہور و معروف جرنیل تھا۔ جس کا دلّی دربار میں کافی اثر و رسوخ تھا۔ وہ پیر بدھو شاہ کا خسر زادہ اور ان کی اہلیہ نصیراں کا حقیقی بھائی تھا۔ مذکورہ بالا مراسلہ کہیں اس کے ہاتھوں لگ گیا۔ اس نے حامل مراسلہ ہذا کو یہ کہہ کر رخصت کیا کہ "شہنشاہ عالمگیر اس معاملہ پر غور فرمائیں گے۔" اس طرح سیّد خاں نے ایسی خوفناک سازشوں سے پیر بدھو شاہ کو بچانے کی ہر ممکن کوشش کی۔ جہاں تک پیر صاحب کا تعلق ہے وہ بہت حد تک دنیاوی امور سے کنارہ کش ہو چکے تھے۔ اور بیشتر اوقات نماز و دعا میں مصروف رہتے۔ وہ اپنے دو بیٹوں کی شہادت پر اپنی بیوی نصیراں کو تسلّی و تشفّی دیتے ہوئے کہتے کہ تمہارے بیٹوں نے ایک مقدّس کام کے لئے اپنی جانیں قربان کی ہیں۔ خدا انہیں ضرور جنّت نصیب کرے گا۔ اس سے بہتر موت وہ پا ہی نہیں سکتے تھے۔ خدا کے راہ پر کام آنے سے وہ زندہ جاوید ہو گئے ہیں۔ خدا نے ان پر ازحد رحم و کرم کیا ہے۔ جس کا ظہور میرے مرشدِ کامل گورو گوبند سنگھ کی ذات میں ہوا ہے۔" ایسے روح افزا و تسکین انگیز الفاظ سن کر نصیراں کو قدرے دلی راحت ہوئی۔ اور وہ خدا کے حضور سر بسجود ہوئی۔ اس سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ پیر بدھو شاہ گورو گوبند سنگھ کو کس قدر عزت و احترام کی نظروں سے دیکھتے۔ بھنگانی کی جنگ میں پیر بدھو شاہ نے بہت نقصان اٹھایا۔ اس کے قطع نظر ان کے بیٹوں کی شہادت اور ان کی اپنی ذاتی قربانی کچھ کم نہ تھیں۔ وہ گورو گوبند سنگھ کے نصب العین سے اس قدر ہم آہنگ ہو چکے تھے کہ کسی قسم کا ظلم و جبر بھی انہیں اس راستہ سے باز نہ رکھ سکتا تھا۔ گورو صاحب کے لئے ان کی محبّت و وفا عشق کی حد تک پہنچ چکی تھی۔ اور وہ اس مقصد کے لئے ہر قسم کی قربانی کرنے کو تیار تھے۔ گورو گوبند سنگھ کے نقشِ قدم پر چلتے ہوئے پیر بدھو شاہ

اپنے ایک حقیقی بھائی سید بھکھے شاہ اور دو بیٹے سید اشرف اور سید محمد شاہ کھو چکے تھے۔ "نام" اور "دان" (ورد و ذکاۃ) کی حقیقی روح ان میں حلول کر چکی تھی۔ اور ان تحائف کے حاصل کرنے میں وہ حق بجانب تھے۔ جو انہیں گورو گوبند صاحب سے ملے تھے۔

باب سوم

پیر بدھو شاہ کی گورو گوبند سنگھ کے لئے عقیدت

گورو گوبند سنگھ کی ساڈھورہ میں آمد کے بارے گو تاریخ خاموش ہے۔ لیکن عوام میں یہ روائت مشہور ہے کہ گورو صاحب ساڈھورہ اکثر آتے جاتے رہے۔ گورو صاحب کی پیر بدھو شاہ کے لئے محبت و شفقت انہیں اس قصبہ کی طرف کئی ایک بار کشاں کشاں لانے کی محرک تھی۔ کہتے ہیں کہ جنگ بھنگانی کے بعد آنند پور جاتے ہوئے گورو صاحب ساڈھورہ میں قیام پذیر ہوئے اور ساڈھورہ سے آپ لہرپور تشریف لے گئے۔ جہاں ناہن کے راجہ میدنی پرکاش کی درخواست پر تیرہ دن ٹھہرے۔ اس قیام کے دوران گورو صاحب کالا انب اور ٹوکا صاحب بھی تشریف لے گئے۔ جو کہ لہرپور سے قریب آٹھ میل پر واقع ہے۔ ساڈھورہ وہاں سے بمشکل تین میل ہے۔ اور لہرپور ساڈھورہ سے ہی ہو کر جانا پڑتا ہے۔ اس لئے یہ عین اغلب ہے۔ کہ گورو صاحب براستہ ساڈھورہ ہی آنندپور کو گئے۔

پیشتر اس کے ذکر آچکا ہے کہ بی بی نصیراں کے دل میں گورو گوبند سنگھ کے لئے حد سے زیادہ عزت و محبت تھی۔ ظاہر ہے کہ گورو گوبند سنگھ کی ساڈھورہ میں تشریف آوری سے میاں بیوی دونوں ہی یکساں مستفید و مستفیض ہوتے تھے۔

یہ بھی ممکن ہے کہ بھنگانی کی جنگ سے واپسی پر گورو گوبند سنگھ کے بہت سے

سکھوں کو لہر پور کھلے میدان میں خیمہ زن ہونے کی ضرورت پیش آئی ہو۔ اور انہوں نے یہاں چند دن ڈیرے ڈال دیئے ہوں۔ جبکہ گورو صاحب اپنے چند ایک قریبی خدمت گذاروں کے پیر صاحب کے ہاں ٹھہرے ہوں۔

کہا جاتا ہے کہ ایک اور موقعہ پر جبکہ گورو گوبند سنگھ کورو کشیتر سورج گرہن کے میلہ پر جا رہے تھے وہ ساڈھورہ تشریف لائے۔ جہاں انہوں نے پیاری راجوں کے ساتھ ملاقات کی۔ اس بات کا حوالہ پروفیسر کرتار سنگھ نے اپنی تصنیف "گورو گوبند سنگھ کی سوانح حیات (صفحہ ۱۸۲) میں بھی دیا ہے۔ ظاہر ہے کہ ساڈھورہ کے گرد و نواح جب بھی گورو صاحب تشریف لائے وہ اپنے باوفا پیروکار بدھو شاہ اور اُن کی بیوی نصیراں سے ضرور آکر ملے۔ اس میں شک نہیں کہ گورو صاحب پیر بدھو شاہ کو ملنے کے لئے اکثر ساڈھورہ تشریف لاتے رہے۔ سردار وریام سنگھ ساڈھورہ بھی اس بات کی تائید و تصدیق کرتے ہیں۔ یہ بزرگ خاصی بڑی عمر پا کر مرے ہیں۔ انہوں نے انکشاف کیا کہ انہیں گورو گوبند سنگھ کی ساڈھورہ میں اکثر تشریف آوری کے بارے اپنے آباؤ اجداد سے علم ہُوا۔

سردار وریام سنگھ یہ بھی بتایا کرتے کہ جب بھی گورو صاحب ساڈھورہ آتے اور پیر بدھو شاہ کے ہاں ٹھہرتے۔ تو ساڈھورہ کے ایک بہلہ خاندان کا سردار "گوربخشا" بھی گورو صاحب سے نیاز حاصل کرنے کے لیے آتا۔ کہتے ہیں کہ گورو صاحب نے اپنے دستِ مبارک سے "گوربخشا" کو "پاہل" (امرت) عنایت فرمائی تھی۔ جس کے بعد اس کا نام گوربخش سنگھ ہو گیا۔ سردار وریام سنگھ اس بہلہ خاندان کے پڑوس میں ہی رہتے تھے۔ پنجاب کی تقسیم کے بعد اس خاندان کے چند افراد نے ساڈھورہ کے بہلہ خاندان کی جائیداد اپنے نام الاٹ کروالی ہے۔ اس امر کی تصدیق مالی دستاویز کرتی ہیں۔

۲۔ سیّد خان کا گورو گوبند سنگھ کے خلاف کوچ

شہنشاہ اورنگ زیب نے گورو گوبند سنگھ کی بڑھتی ہوئی طاقت کے خلاف پہاڑی راجوں کی کمزوری و بے طاقتی اور شاہی افواج کی مجبوری و معذوری کو ازحد محسوس کیا۔ شہنشاہ نے کھلے دربار میں تمام فوجداروں کو للکارا کہ دیکھوں گورو صاحب کی اس تحریک کو کچلنے کے لئے میدان میں نکلتا ہے اور لبیک کہتا ہے۔ سیّد خان نے گورو صاحب کے خلاف لشکر کشی کرنے کی خدمات پیش کیں۔ راستہ میں اس نے تھانیسر دس دن تک قیام کیا۔ گورو گوبند سنگھ کے ایک باوفا خادم نے انہیں پیشتر از وقت سیّد خان کی فوج کی آمد کے بارے اطلاع دیدی۔ تھانیسر سے سیّد خان اپنی ہمشیرہ نصیراں کو ملنے کے لئے ساڈھورہ گیا۔ جس نے اسے فرشتہ سیرت گورو صاحب پہ لشکر کشی کرنے سے باز رکھنے کی تلقین کی۔ وہ نہیں چاہتی تھی کہ ایک روحانی انسان کے خلاف عمل پیرا ہونے کی وجہ سے اس کے بھائی کو کسی قسم کا نقصان پہنچے۔ بی بی نصیراں کی نصیحت سیّد خان نے گوش ہوش سے نہ سُنی۔ بلکہ طنزاً کہا کہ "بہن! میں ایسی باتیں پہلے بہت سُن چکا ہوں۔ میں ایک سپاہی ہوں اور میرا فرض صرف شہنشاہ کے لئے لڑنا ہے۔ میں تمہارے مرشد کو ایک عظیم ہستی تصوّر کروں گا۔ اگر وہ میدانِ جنگ میں میرے سامنے آ گئے"

پیر بدھو شاہ نے بات کاٹتے ہوئے کہا:۔

"جب تم اس کے بالمقابل آؤ گے تو تمہیں سب کچھ بھول جائے گا۔ تم ایک بُرے راستہ پہ گامزن ہو"

دوسری صبح سیّد خان اپنے لشکر سے جا ملا۔ سب جانتے ہیں کہ یہی سیّد خان گورو گوبند سنگھ سے ملنے کے بعد ان کا بھاری مدّاح ہو گیا تھا۔

ساڈھورہ کا صوبہ دار بھی سیّد خان کے استقبال کے لئے آیا

سید خاں گورو صاحب کے خلاف لڑنا نہیں چاہتا تھا۔ اس لئے اس نے عثمان خان سے کہا کہ وہ اس کے لشکر کے ساتھ سرہند تک چلے۔ جہاں وہ نواب وزیر خان سے مل جائیگا۔ یہ اس لئے کیا گیا تاکہ اگر گورو گوبند سنگھ کے خلاف جاری کی گئی جنگ طول پکڑ جائے تو سرہند کے صوبہ دار کو کمک ملتی رہے

بعد میں محمد عثمان خان نے چمکور کی جنگ میں بھی شرکت کی۔ وہ جانتا تھا کہ گورو صاحب کے دو بیٹے میدانِ جنگ میں کام آ چکے تھے۔ دوسرے دن قلعہ چھوڑتے وقت گورو صاحب کو بہت بھاری خطرہ کا سامنا کرنا پڑا۔ عثمان خان بمعہ اپنے لشکر کے سرہند میں وزیر خان سے جا ملا۔ سرہند میں گورو صاحب کے چھوٹے بیٹے گنگو برہمن کی غداری و بے وفائی کی وجہ سے گرفتار ہوئے جب تک گورو صاحب کے یہ معصوم بچے بڑی بے شفاکی و بے رحمی سے قتل نہ کر دیئے گئے۔ عثمان خان وہیں سرہند میں پڑا رہا۔ ان کی شہادت کے بعد وہ ساڈھورہ واپس آیا۔ وہاں اس نے بڑے افتخار سے اس بات کا اعلان کیا کہ کہ شاہی افواج نے گورو گوبند سنگھ کے چاروں بیٹوں کا صفایا کر دیا گیا ہے۔ اور ان کا مضبوط دفاعی قلعہ آنندپور گورو صاحب سے چھین لیا گیا ہے۔ ان کے تمام پیروکار ان سے منہ موڑ گئے ہیں۔ اور وہ تن تنہا جنگلوں کی خاک چھانتے پھرتے ہیں،، ۔ اس خبر کو سُن کو پیر بدھو شاہ سخت برہم ہوئے اور وہ گورو صاحب کے بچّوں کی شہادت سے بہت متاثر و رنجیدہ خاطر ہوئے۔ اُنہوں نے شایداً اپنے بیٹوں کی موت پر اتنا رنج و فکر نہ کیا ہوگا۔ اس فکر و پریشانی کو دُور کرنے کی غرض سے وہ گورو صاحب سے ملاقات کرنے کے آرزومند تھے۔

کہا جاتا ہے کہ چمکور صاحب کو خیرباد کہنے کے بعد گورو گوبند سنگھ کچھ عرصہ ادھر اُدھر گھومتے رہے۔ اور آخر رائے کالا کے گاؤں پہنچے۔

دہاں سے وہ موضع "دینہ" (ضلع بٹھنڈہ) تشریف لے گئے۔ جہاں انہوں نے
چند روز قیام فرمایا۔ پیر بدھو شاہ کے فکر و اندوہ کو دور کرنے کے لئے گورو صاحب
ایک دفعہ پھر ساڈھورہ پہنچے تو پیر صاحب کو خوشی کی حد نہ رہی۔ گورو صاحب
پیر بدھو شاہ سے بغلگیر ہوئے۔ پیر صاحب نے کہا، "کہ آپ کے معصوم بچے
بے سفاکی و بے رحمی سے قتل کر دیئے گئے۔ یہ ظلم و جبر کی انتہا ہے۔ آپ
بے خانماں جنگلوں کی خاک چھانتے پھرتے ہیں۔
مجھ میں عثمان خان کے اعلان سننے کی تاب نہیں۔" اس وقت
گورو صاحب ایک چارپائی پہ لیٹے ہوئے تھے۔ سوال پیدا ہوتا ہے کہ اگر پیر صاحب
نے گورو گوبند سنگھ سے 'نام دان' حاصل کر لیا تھا۔ تو انہوں نے اپنے مذہب
کو کیوں نہ بدلا۔ صاف ظاہر ہے کہ گورو گوبند سنگھ اپنے عقیدت مندوں کو
بغیر تبلیغ و تبدیلی مذہب کے بھی بطور پیروکار تسلیم کر لیا کرتے تھے۔ بھائی
نند لال کے بارے بھی یہی کہا جا سکتا ہے کیونکہ اس کو بھی باوجود اس کی عرض و
التماس کے "امرت" نہیں دیا گیا تھا۔ اور نہ ہی اسے "سنگھ" کے نام سے
پکارا جاتا تھا۔

۳- پیر بدھو شاہ کی مزید قربانیاں اور ان کے مصائب و آلام

پیر بدھو شاہ نے گورو صاحب کے حضور اس امر کا انکشاف کیا کہ انہوں نے
ایک خوفناک خواب دیکھا ہے کہ خداوند تعالےٰ انہیں آزمائش میں ڈالنا چاہتا
ہے۔ گورو صاحب نے اسے تسلی و تشفی دیتے ہوئے کہا کہ "خدا کے درویشوں
و عقیدت مندوں کو اس کی رضا و تسلیم میں ہر وقت رہنا چاہیے۔ اور اگر خدا
آپ کو آزمائش میں ڈالنا چاہتا ہے تو آپ کو اس کی مرضی کے خلاف نکتہ چینی
نہ کرنی چاہیے۔" گورو صاحب نے وضاحت کرتے ہوئے کہا کہ پیر صاحب

کی آخری آزمائش ہوگی۔ جس کا انہیں جوانمردوں کی طرح سامنا کرنا چاہیئے"۔
آفتاب غروب ہو رہا تھا۔ جبکہ گورو صاحب ابھی وہاں ہی تھے۔ اسی دوران ایک پیغامبر عثمان خان کے احکام لے کر حاضر ہوا۔ جس میں درج تھا کہ "معتبر ذرائع سے معلوم ہوا ہے کہ گورو گوبند سنگھ پیر بدھو شاہ کو ملنے کے لئے وہاں آئے ہیں۔ اس لئے پیر صاحب کو حکم صادر کیا جاتا ہے۔ کہ وہ گورو صاحب کو عثمان خان کے حوالے کر دیں۔ اور اگر وہ انہیں زندہ حوالے نہیں کرنا چاہتے تو وہ گورو صاحب کی لاش ہی ان کے حوالے کر دیں"۔
اس وقت پیر صاحب کا ایک بیٹا سید محمد بخش ان کے پاس موجود تھا۔ دونوں نے تخلیہ میں اس معاملہ کے بارے غور و خوض کیا۔ وہ عجیب تذبذب کی حالت میں تھے۔ اگر وہ یہ کہتے ہیں کہ گورو صاحب ان کے ہاں نہیں آئے تو فوری ہے کہ فوج ان کے گھر کی تلاشی لے گی اور اس صورت میں ان دونوں کے لئے گورو صاحب کی جان بچانی بہت مشکل ہو جائے گی۔ پیر صاحب کو اس امر کا یقین کی حد تک احساس ہو گیا تھا۔ کہ بھاری قربانی کا وقت آن پہنچا ہے۔ وہ اپنا فرض پورا کرنا چاہتے تھے۔ موت سے خوفزدہ یا ہراساں ہونے کی کوئی بات نہ تھی۔ کیونکہ موت اٹل ہے۔ وہ گورو صاحب کے لئے ہر قسم کی قربانی کرنے کو تیار تھا۔ پیر صاحب کے بیٹے سید محمد بخش کے کئی ایک بچے تھے۔ اس نے اپنے والد بزرگوار سے کہا۔ کہ وہ عثمان خان کو مطلع کر دیں کہ وہ گورو گوبند سنگھ کو زندہ یا مردہ کسی حالت میں بھی اس کے سپرد کرنے کو تیار نہیں۔ ہاں، عثمان خان کی خاطر وہ گورو صاحب کو قتل کر دیں گے۔ اور ثبوت میں ان کا خون اسے بھیج دیں گے۔ پیر صاحب نے اس سے پوچھا کہ وہ گورو صاحب کا خون کس طرح بھیج سکیں گے؟ لڑکے نے مسکراتے ہوئے بتایا کہ وہ اپنا گلا کاٹ ڈالے گا اور اس طرح جو خون اس کے گلے سے بہے گا وہ ایک برتن یا بوتل میں جمع کر لیا جائے گا۔ اور عثمان خان کو بھیج دیا

جائے گا۔ چنانچہ اس امر کا پیغام عثمان خان کو بھیج دیا گیا۔ ساتھ ہی یہ بھی کہہ دیا گیا کہ فوج بھیجنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔

جب عثمان خان کو ایسا پیغام ملا تو وہ بہت خوش ہوا اور کہنے لگا کہ جو کام کسی سے سر نہ ہو سکا وہ اس کی ایک دھمکی نے کر دکھایا۔ حقیقت یہ ہے کہ عثمان خان گورو گوبند سنگھ کا سامنا نہیں کرنا چاہتا تھا۔ اور اگر اسے گورو صاحب کا خون بغیر جنگ وجدل کئے حاصل ہو جائے تو اس کا وقار و احترام دلی دربار میں بہت بڑھ جائے گا۔ اس فکر و پریشانی سے بے نیاز ہو کر وہ داد عیش دینے لگا۔

جب تمام قصبہ خوابِ غفلت میں محو تھا تو گورو گوبند سنگھ رات کی تاریکی میں سادھورہ سے نکل گئے۔ پروفیسر کرتار سنگھ اپنی تصنیف گورو گوبند سنگھ کی سوانحِ حیات، میں رقمطراز ہیں کہ جب وہاں سے گورو صاحب قصبہ دینہ، پہنچے تو بھائی کولا نے انہیں سفید کپڑے کا تھان بطور ہدیہ پیش کیا۔ گورو صاحب نے وہ پہن لیا اور نیلے کپڑے جو اب تک ان کے زیب تن تھے۔ اتار کر پھاڑ ڈالے۔

صبح ہوتے ہی عثمان خان نے پیر صاحب کے پاس اپنا پیغام بر بھیجا تاکہ وہ وعدہ کے مطابق گورو صاحب کا خون اس کے حوالہ کر دیں۔ پیر صاحب نے خون کی بوتل اس خادم کو دے دی۔ جس میں دراصل سید محمد بخش کا خون تھا۔ پیر صاحب نے سوچا کہ اگر وہ اپنے بیٹے کو گھر سے باہر دفن کرتے ہیں تو راز افشا ہو جائے گا۔ اس لئے انہوں نے اپنے بیٹے کی خون آلود لاش کو گھر کے اندر ہی دفن کر دیا۔ نصیراں نے اس واقعہ کو خاندان کے دوسرے افراد سے کئی روز تک پوشیدہ رکھا۔ بلکہ اس نے یہ بات اڑا دی کہ محمد بخش گورو صاحب کی حفاظت کے لئے ان کے ہمراہ گیا ہے اور کچھ دنوں کے بعد لوٹ آئے گا۔

دوسری طرف محمد عثمان خان بمعہ اپنے لشکر کے نہائیت سرعت کے ساتھ دلی کو روانہ ہوا۔ کہتے ہیں کہ ایک مشہور و معروف حکیم حاذق کو خون کی تشخیص کے لئے بلایا گیا۔ اس نے بوتل کا ڈھکنا کھولا اور سونگھتے ہی بتا دیا کہ وہ گورو گوبند سنگھ کا خون نہیں ہے۔

گورو صاحب ایک روحانی شخصیت کے مالک تھے جو پاک و مقدس زندگی بسر کرتے تھے اور خدا کے محبوب و منظور نظر تھے۔ ان کے خون سے تو عنبر انگیز خوشبو آنی چاہیے تھی۔ لیکن بوتل کا خون ایسا نہیں تھا۔ اس پر شہنشاہ اورنگ زیب غصّہ سے آگ بگولہ ہو گیا۔ اس نے اعلان کیا کہ اگر یہ بات مکرر یا ثابت ہوئی تو پیر بدھو شاہ کو اس کا سخت خمیازہ اٹھانا پڑے گا۔ دوسرے دن شہنشاہ اورنگ زیب تو دکن کی طرف بغاوت فرو کرنے کے لئے روانہ ہو گیا۔ لیکن پیش از روانگی اس نے عثمان خان کو حکم دیا کہ اگر ثابت ہو گیا کہ گورو گوبند سنگھ ابھی زندہ ہیں تو اسے پورا اختیار ہوگا کہ وہ بادشاہ کے مزید احکام کی انتظار کئے بغیر بدھو شاہ کو عبرتناک سزا دے دے۔ عثمان خان ایسے اچانک واقعات سے بہت متاثر ہوا۔ وہ طیش میں آیا کیوں کہ پیر بدھو شاہ کی چالاکی نے اس کی تمام پہلی کوششوں پر پانی پھیر دیا تھا۔ راستہ میں اس نے گورو گوبند سنگھ کی تلاش کے لئے اپنے نائب فوجداروں کو متعین و مقرر کیا۔ ان میں سے ایک نائب نے اسے اطلاع دی کہ گورو صاحب ابھی زندہ ہیں۔ اور اس وقت قصبہ دینہ میں جاگزیں ہیں۔

۴۔ پیر بدھو شاہ کا قتل

عثمان خان کی سادھورہ میں آمد سے پہلے پیر بدھو شاہ کے چند ایک پیروکاروں نے انہیں عثمان خان کے بُرے ارادے اور خوفناک عزم

سے آگاہ کر دیا۔ پیر صاحب نے اپنی بیوی سے صلاح و مشورہ کے بعد اپنے دو بیٹوں کے اہل و عیال کو چھوٹے لڑکے کے ہمراہ ناہن بھیجنے کا انتظام کر دیا۔ راجہ میدنی پرکاش بھی گورو گوبند سنگھ صاحب کے عقیدت مندوں میں سے تھا۔ علاوہ ازیں ناہن کا علاقہ گھنے جنگلوں سے اٹا پڑا تھا۔ اور ایک اعلیٰ پناہ گاہ کا کام دیتا تھا۔ کہتے ہیں کہ عثمان خان نے پیر بدھو شاہ کو گرفتار کر لیا اور انہیں ایک گمنام جگہ لے گیا۔ وہاں انہیں نہایت سفاکانہ اور وحشیانہ طریقہ سے قتل کر دیا گیا۔ اور عالمِ مستی میں ان کے اجزاء جسم الگ الگ کر دیئے گئے۔ پیر بدھو شاہ کی روح قفسِ عنصری سے ۱۲ مارچ ۱۷۰۴ء کو عالم بالا کو پرواز کر گئی۔ ایک دوسری روایت کی رُو سے پیر صاحب کو زندہ نذرِ آتش کر دیا گیا۔ دشمنانِ اسلام کے لئے یہ ایک عام سزا تھی۔

پیر بدھو شاہ کے قتل کے بعد ان کے مکان کو منہدم کر دیا گیا۔ کئی ایک لوگ آج بھی قصبہ کے ایک راکھ کے ڈھیر کی طرف اشارہ کرتے ہوئے بتاتے ہیں۔ کہ یہاں پیر صاحب کی رہائش تھی۔ پیر بدھو شاہ کی شہادت کے وقت یہ چرخِ ناہنجار بھی ایک خوفناک منظر پیش کر رہا تھا ایک طرف سے سُرخ آندھی اٹھی جس کو دیکھ کر لوگ کانپ اُٹھے۔ سید خاں کے مسلمان دشمنوں کو بھی اس کے احباب کے خلاف انتقام لینے کا ایک اچھا موقعہ ہاتھ لگا۔ انہوں نے عثمان خان کو پیر بدھو شاہ کے خاندان کے باقی ماندہ افراد و اقربا کو سزا دینے کی ترغیب دی۔ اس پر تمام خاندان اپنے آبائی وطن سامانہ کو لوٹ گیا۔

باب چہارم

پیر بدھو شاہ ..... جائزہ شخصیت

سادھورہ کے اس درویش سیرت پیر کی قربانی وجانفشانی کی جانکاہ داستان ایک دیندار مسلمان کے اعلےٰ معیار اخلاق کا آئینہ پیش کرتی ہے۔ جس میں اتنی جرأت وہمت تھی کہ وہ ایسے مذہبی تعصب وکدورت کے مقابلہ پر بھی اپنے اعتقاد ولقین کا اعلانیہ اظہار کر سکتا تھا۔ جوکہ ان دنوں مسلمان حکمرانوں کا شیوہ بن چکا تھا۔ پیر بدھو شاہ اپنے ہم مذہبوں کے ایسے کٹر پن کے خلاف صف آرا ہوا۔ ایک مسلمان کے لئے اور خصوصاً ایک سید کے لئے اپنے ہم مذہبوں کے خلاف اس طرح عمل پیرا ہونا ایک غیر معمولی واقعہ تھا۔ اور ایک ایسے غیر مسلم کے لئے اس کا اظہار عقیدت واخوت عجیب سی بات تھی۔ جس نے مغلیہ حکومت کے ظلم وستم کے خلاف اس قدر جم کر مدافعت کی تھی اور اپنے نئے عقیدوں کی تبلیغ کی تھی۔ اور جس کو حکومت کا بدترین دشمن قرار دیا گیا تھا۔ وقت کی حکومت کے خلاف جاری کی گئی ایسی تحریک کی حمائت اور وہ بھی خصوصاً ایک ایسے مسلمان کی طرف سے جس کا مسلمان عوام پر اس قدر اثر ورسوخ تھا۔ بے شک کڑی سے کڑی سزا کو دعوت دینا تھا۔

بھنگانی کی جنگ میں پیر بدھو شاہ کی شرکت فیصلہ کن نتائج کی حامل تھی۔ لیکن

جنگ کے بعد کافی عرصہ تک پیر صاحب کو کسی قسم کا نقصان نہ پہنچایا گیا یہ پیر صاحب کی ہر دلعزیزی کا ایک ادنےٰ ثبوت تھا۔ یہ بات بھی قابلِ ستائش ہے کہ باوجود خلافِ کے ہندو مسلمانوں کی سخت مخالفت کے پیر بدھو شاہ گورو گوبند سنگھ کی حمائت میں چٹان کی طرح جمے رہے۔ ایک طرف پہاڑی راجے اور دُوسری طرف سُنّی فرقہ کے مسلمان پیر بدھو شاہ کی ایسی حمائت کی یکساں مذمت کرنے میں متفق تھے۔ گو بدھو شاہ نے ایسے فعل کے لئے نہ تو اظہارِ تاسف ہی کیا اور نہ گورو صاحب کی راہِ حمائت سے متزلزل ہوئے۔ بلکہ وہ گورو صاحب کے بیش از بیش معتقد اور مداح ہو گئے۔ اور انہیں اپنا نجات دہندہ تصوّر کرنے لگے۔ اس زمانہ میں جب کہ مذہبی ناروا داری و جبر و ستم کا دور دورہ تھا۔ پیر بدھو شاہ کا اسلام کی روایتی شروع پہ کاربند رہنا اور سکھ گوروؤں کے نئے مذہب کے اصولوں کو اپنے عقیدہ کے ہم آہنگ پانا اور بھی زیادہ حیرت انگیز و معنی خیز ہے۔

کیونکہ ایک دیندار مسلمان کا سکھ مذہب کے آئین و اصول سے موافقت و عقیدت رکھنا بڑی جرأت مندی و دلیری کے مترادف تھا۔ خصوصاً جبکہ سکھ تحریک کو اسلام اور حکومت کے خلاف ایک بغاوت سمجھا جاتا تھا۔ شاید وہ کے اس پاک درویش کی ایسی عظیم الشان جانبازی تمام مذاہب کی بنیادی یگانگت کی شہادت تھی۔ اور اس امر کا واضح ثبوت تھا کہ حقیقی مذہب تمام بنی نوع انسان کو یکجا لانے میں بہت حد تک مدد کر سکتا ہے۔ اس میں شک نہیں کہ پیر صاحب کو لوگوں نے غلط سمجھا اور انہیں اپنے عقائد کی بھاری قیمت ادا کرنا پڑی۔ لیکن پیر بدھو شاہ تو نہ صرف اپنی جان نثار کرنے کے لئے بلکہ گورو گوبند سنگھ کی تعلیم کے اعلےٰ اصولوں کی خاطر اپنے عزیز و اقربا تک کو قربان کرنے کے لئے تیار تھے۔ پیر بدھو شاہ کی داستانِ المیہ نے ایک بار پھر اس بات کو ثابت کر دیا کہ تقدس و طہارت کا راستہ نہایت پر آشوب و دشوار ہوتا ہے اور جن لوگوں میں اپنے عقائد

ایمان پہ کاربند ہونے کی جرأت ہوتی ہے۔ انہیں بڑی سے بڑی قربانی کے لئے ہر وقت تیار رہنا چاہیئے۔

ہندوستان کی تاریخ کی بدبختی ہے کہ پیر بدھو شاہ" سے بجا طور پہ انصاف نہیں کیا گیا۔ مسلمانوں میں ان کے خلاف اظہارِ نفرت و منافقت یقینی تھا۔ اس لئے کسی بھی مسلمان تاریخ گو نے اُن کے سوانحِ حیات قلمبند کرنے کی پرواہ نہیں کی لیکن غیر مسلمان تاریخ دانوں کا بھی ایسی عظیم الشان ہستی سے غیر منصفانہ رویہ اختیار کرنا قابلِ افسوس ہے۔ معمولی حوالہ جات کے سوائے ان کی زندگی کی واقعات نگاری کی طرف کسی نے خاص توجہ نہیں دی۔ اس امر کی یوں بھی تصدیق ہوتی ہے۔ کہ پیر بدھو شاہ کی موجودہ سوانحِ حیات لکھنے میں مصنفین کو دوسرے ذرائع و منابع پہ اکتفا کرنا پڑا۔ اور سینہ بہ سینہ چلی آرہی مقامی روایات و حکایات کو جمع کرنے کی ضرورت محسوس ہوئی۔ یہ مختصر سی سیرت البدھو شاہ اپنے آپ میں کوئی جامع یا مکمل تصنیف نہیں ہے۔ بلکہ سادھورہ کے اس صوفی منش درویش کی بیش بہا قربانیوں کو عوام میں مشتہر کرنے کی ایک سعئی نیک ہے۔ اس وقت جبکہ گورو گوبند سنگھ کا تین صد سالہ یوم الولادت منایا جا رہا ہے۔ گورو صاحب کے عقیدت مند پیر بدھو شاہ کی یاد تازہ کرنا بھی نہایت مناسب ہوگا۔ جس نے وقت کی حکومت کی کڑی سزا کے پیشِ نظر بھی گورو صاحب کا ساتھ نہ چھوڑا۔ اور ان کے پہلو بہ پہلو عزم و استقلال سے لڑتا رہا۔ ہماری تہ دل سے دعا ہے کہ پیر بدھو شاہ کی زندگی و قربانی اس پانچ دریاؤں کی سرزمین کے لوگوں کے دلوں میں تحمل و ادراک کی شمع روشن کر دے۔

ضمیمہ اول (1)

سیّد بدرالدین المعروف بدھو شاہ کا شجرۂ نسب

شاہ نظام الدین

شاہ عبدالحمید گنج العلم (جن کا مزار عیدگاہ میں ہے)

شاہ عبدالوہاب قطب الاقطاب

سیّد عبدالمجید ثانی

شاہ علی اصغر

راجہ شاہ ابراہیم بالا

سیّد اشرف

سیّد غلام شاہ (جنگ بھنگانی میں کام آیا)

سیّد بدرالدین المعروف بدھو شاہ (پیدائش ۱۳ رجب ۱۰۵۷ھ - وفات ۱۱۲۰ھ)

- سیّد اشرف (جنگ بھنگانی میں شہید ہوا اور پاؤنٹہ صاحب میں دفن ہوا)
- سیّد محمد شاہ (جنگ بھنگانی میں شہید ہوا اور پاؤنٹہ صاحب میں مدفون ہوا)
  - سیّد امام شاہ
    - سیّد تصدق حسین
      - سیّد محمد حمید
        - سیّد تصور حسین
        - سیّد انور حسین
        - سیّد ظفریاب حسین
        - سیّد منور حسین
        - (یہ تمام وارث جھنگ مغربی پاکستان میں ہیں)
    - سیّد ناصر حسین
- سیّد محمد بخش (جس نے اپنا خون دیا)
- سیّد شاہ عالم
  - سیّد عطا شاہ
    - سیّد محمد حسین
      - سیّد مقصود الحسین
    - سیّد عظیم علی شاہ
      - سیّد منظور حسین
        - سیّد شرافت حسین (وارثین جھنگ پاکستان میں)
    - سیّد علی حسین
      - سیّد سجاد حسین
        - سیّد عبید حسین
          - سیّد علم حسن
          - سیّد شفیع علی
          - سیّد ناطق حسین
          - (یہ دونوں کراچی پاکستان میں ہیں)

ضمیمہ دوم (۲)

آج کل کا ساڈھورہ

ساڈھورہ ضلع انبالہ ناہن ہماچل پردیش کے راستہ پہ سلسلۂ کوہ ہائے شوالک کے دامن میں واقع ہے۔ شاہراہوں سے دور اس مقام تک انبالہ نارائن گڑھ کے راستہ یا شاہ آباد مارکنڈہ براستہ برارہ کے ذریعہ ہی رسائی حاصل ہو سکتی ہے موجودہ قصبہ کی آبادی مشکل سے ۱۲ ہزار افراد پہ مشتمل ہے گو ۱۹۴۷ء میں ملک کی تقسیم کے بعد یہی آبادی قریب ۱۵ ہزار کے تھی۔ تمام مسلمان اس وقت پاکستان کو ہجرت کر گئے۔ بعد میں امن و امان قائم ہو جانے پہ چند ایک اہلیانِ قصبہ واپس یہیں آ گئے۔

یہ قصبہ خشک علاقہ میں واقع ہے جو کہ پس ماندہ اور غیر ترقی یافتہ ہے۔ نہ تو یہاں کوئی صنعت و حرفت ہی ہے اور نہ ہی گرد و نواح کی زمین زرخیز ہے۔ پرانے وقتوں سے ساڈھورہ دو پہاڑوں میں واقع مقدس و متبرک جگہوں کی زیارت کے لئے جانے والے زائرین کے لئے ایک ٹھہرنے کا مقام تصور کیا جاتا تھا۔

روزگار کے مواقع بہت کم ہونے کی وجہ سے اور قصبہ کی ترقی و بہبودی کی طرف عدم توجہ کے باعث بہت سے لوگ اس جگہ کو خیرباد کہہ گئے۔ دن بدن گھٹتی آبادی کا سبب بھی یہی ہے۔ آج کل یہ قصبہ اجاڑ و سُونا سا پڑا دکھائی دیتا ہے۔ پنجاب بھر میں مکانوں کی قلت کے پیش نظر یہاں بہت سے اعلیٰ اور بیش منزلہ مکانات کو خالی دیکھ کر حیرت ہوتی ہے۔ کئی ایک مکانات کے دروازے اکھاڑ لئے گئے ہیں۔ اثر و رسوخ والے تمام مسلمان ۱۹۴۷ء میں یہاں سے ہجرت کر گئے تھے۔ ناظرین کی اطلاع کے لئے چند ایک تاریخی مقامات کا مختصر سا حال نیچے دیا جاتا ہے۔

ساڈھورہ یقیناً ایک تاریخی قصبہ ہے۔ یہاں کی بہت سی نوادر لا اشیاء

زیرِ زمین ہیں۔ تاہم اس قصبہ میں اب بھی زائد از یکصد مساجد ہیں۔ دس کے قریب جین اور دوسرے مندر ہیں۔ پانچ گوردوارے اور تین ہائی سکول ہیں (جن میں دو لڑکوں کے اور ایک لڑکیوں کا ہے)

پیر بدھو شاہ یادگار گوردوارہ

ساڈھورہ میں سکھوں کی آبادی بہت قلیل ہے۔ روزگار کے مواقع بہت کم ہونے کی وجہ سے وہ لوگ بھی اس قصبہ کو چھوڑ گئے جو تقسیم ملک کے بعد یہاں آکر آباد ہوئے تھے۔ یہاں کے مٹھی بھر سکھوں نے پیر بدھو شاہ کی بے نظیر قربانیوں کے پیشِ نظر ان کی یادگار قائم کرنا مناسب سمجھا۔ وہ پیر صاحب کی عظمت وشان کے شایاں ہی کوئی عظیم الشان یادگار قائم کرنا چاہتے تھے۔ اس بارے شرومنی گوردوارہ پربندھک کمیٹی امرتسر کو یکے بعد دیگرے کئی درخواستیں کی گئیں۔ کمیٹی کے چند ایک نمائندوں نے یہاں آکر جگہ وغیرہ بھی دیکھی۔ لیکن نتائج کوئی مفید نہ نکل سکے۔ بیرونی امداد سے مایوس ہو کر اہالیانِ ساڈھورہ نے اپنی محدود وسعتی و ہمت سے کام لینے اور پیر صاحب کی یادگار قائم کرنے کا فیصلہ کیا۔ ایک سکھ الاٹی سے وہ جگہ خریدی گئی جس کا ایک کمرہ پیر بدھو شاہ کی جائے رہائش تصور کیا جاتا تھا۔ سکھ سنگتوں سے رقم جمع کی گئی۔ اور اس جگہ پہ اب ایک وسیع ہال تعمیر ہو چکا ہے۔ گو اس کو آراستہ پیراستہ کرنا ابھی باقی ہے۔ گیانی ہزارہ سنگھ ہنس کی پیہم کوششوں کے نتیجہ کے طور پہ گورو گوبند سنگھ فاؤنڈیشن نے ساڈھورہ میں پیر بدھو شاہ کی یادگار قائم کرنے کا وعدہ کیا ہے۔ اس یادگار کی کیا شکل ہو گی۔ اس بارے ابھی کوئی فیصلہ نہیں کیا گیا۔ قصبہ کے لوگ تو چاہتے ہیں کہ پیر بدھو شاہ کی یاد میں ساڈھورہ میں ایک ڈگری کالج قائم کیا جائے۔

منجی صاحب

سادھورہ کے باہر مشرق کی طرف ایک چار دیواری میں حویلی سی ہے جس میں ایک کنواں بھی ہے۔ حویلی بھی خستہ حالت میں ہے۔ اور اس کا چھت گر چکا ہے یہ بہت پرانی جگہ ہے اور مدت سے ناگفتہ بہ حالت میں پڑی ہے۔ قصبہ کے بزرگوں کا کہنا ہے کہ گورو رام رائے ڈیرہ دون* جاتے ہوئے یہاں ٹھہرتے تھے۔ وہ یہاں ایک منجی پہ بیٹھے تھے۔ تب سے اس جگہ کو منجی صاحب کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔

روضۂ شاہ کمیش

سادھورہ کے پاس سے نکٹی ندی گذرتی ہے۔ اس ندی کے پار شاہ کمیش کا خوبصورت مقبرہ ہے۔ شاہ کمیش ایک پاک و پرہیزگار صوفی فقیر تھا۔ جس نے بغداد سے آکر یہاں بود و باش اختیار کر لی تھی۔ مکہ کی زیارت کے وقت اس کو خدا کی طرف سے پیغام ملا کہ وہ سادھورہ چلا جائے۔ یہاں آکر اس نے کڑی عبادت و ریاضت کی اور عوام میں عزت و عقیدت پائی۔

یہ بھی معلوم ہوا ہے کہ یہ فقیر اسلام کی تبلیغ و اشاعت میں مصروف و مشغول رہا۔ ہر سال مقبرہ پہ ایک بھاری میلہ لگتا ہے اور روضہ کی زیارت کے لئے........ دور و نزدیک سے بہت سے عقیدتمند مسلمان آتے ہیں۔

منوکامنا مندر

سادھورہ میں منوکامنا نام کا ایک مندر بھی واقع ہے۔ آج کل بھی وہاں ایک پجاری مندر کی دیکھ بھال کے لئے مقرر ہے۔ گو مندر کی پہلی سی شان

اب نہیں رہی۔ کہتے ہیں کہ ایک مہاتما نے اس مندر کی بنیاد رکھی تھی۔ اس مہاتما کی پاکیزگی اور سخت ریاضت کی وجہ سے اس مندر کو منوکامنا کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ کیونکہ ایک عقیدت مند کی دلی آرزو و مراد بر آئی تھی۔

قتل گڑھی

جب بابا بندہ بہادر ساڈھورہ آیا اس وقت یہاں کے لوگوں نے اس کی اطاعت مان لی اور اس کے احکام بجا لانے پہ متفق ہوئے۔ ان کی اطاعت و فرمانبرداری کے نتیجہ کے طور پہ بندہ بہادر نے ان کو معاف کر دیا۔ اور ان سے اپنے بہی خواہوں جیسا سلوک کیا۔ لیکن قصبہ کے مسلمانوں نے دغا کیا اور خفیہ طور پہ سرہند کے نواب وزیر خان کو ایک رقعہ بھیجا۔ انہوں نے نواب کو بندہ کے خلاف عمل پیرا ہونے کی درخواست کی تھی۔ اور اپنی پوری پوری مدد و اعانت کا یقین دلایا تھا۔ یہ رقعہ ایک بانس کے ٹکڑے میں چھپایا گیا۔ اور ایک اونٹنی سوار کو سرہند لے جانے کے لئے دیا گیا۔ بندہ کے ایک پیروکار نے وہ بانس کا ٹکڑا اونٹنی سوار سے چھین لیا۔ اور اسے زمین پر دے مارا۔ جس سے وہ رقعہ باہر گر پڑا اور اس کے ہاتھ لگا۔ یہ رقعہ بابا بندہ بہادر کے پاس بھیج دیا گیا۔ اس نے ساڈھورہ کے مسلمانوں کو جمع کیا اور ان سے پوچھا کہ ان کے دغاباز اور بے وفا ساتھیوں کو کیا سزا دی جائے۔ ان تمام نے متفقہ آواز سے کہا کہ ملزموں کو موت کی سزا ملنی چاہیئے۔ اس پہ بندہ بہادر نے وہ رقعہ سامنے رکھا جو ساڈھورہ کے مسلمانوں نے نواب سرہند کو لکھا تھا۔ اور کہا کہ ان کے فیصلہ اور رائے کے مطابق اس رقعہ پہ دستخط کرنے والے تمام مسلمانوں کو وہی سزا دی جائے گی۔ اس طرح ان تمام ملزموں کو اس جگہ موت کی سزا دی گئی۔ اسی سبب سے یہ جگہ قتل گڑھی کے نام سے مشہور ہوئی۔ اس وقت اس جگہ ایک جین ہائی سکول قائم ہو چکا ہے۔

بندہ بہادر کا قلعہ :- ساڈھورہ کی فتح کے بعد بندہ بہادر نے اس جگہ

ایک قلعہ تعمیر کیا - اس قلعہ میں خالصہ فوج تعین کی گئی - اس قلعہ سے بندہ بہادر کا صدر مقام لوہ گڑھ قریب سات آٹھ میل کے فاصلہ پہ تھا اس وقت ایک مٹی کے ڈھیر کے سوا یہاں کچھ بھی نہیں رہا۔

نشان صاحب

ساڈورہ کی فتح کے بعد جب یہاں قلعہ تعمیر ہو چکا تو بندہ بہادر نے اس قلعہ پہ اپنا جھنڈا نصب کیا - یہ جھنڈا بہت پاک و مقدس سمجھا جاتا تھا - اب بھی ہر سال جب نیا نشان صاحب لہرایا جاتا ہے تو ہزاروں لوگ موقعہ پہ جمع و حاضر ہوتے ہیں - لنگر گورو کا بانٹا جاتا ہے۔ جن لوگوں کو بندہ بہادر نے نشان صاحب کی دیکھ بھال و خدمت کے لئے مقرر کیا تھا۔ وہ پشت در پشت اس خدمت کو بجا لاتے رہے ہیں - وہ امرتسر کے ضلع کے تھے۔ قلعہ کے بڑے دروازہ کے سامنے بندہ بہادر کی طرف سے ایک گوردوارہ بھی تعمیر کیا گیا۔ اس گوردوارہ کے لئے ایک گرنتھی بھی مقرر کیا گیا - اور گوردوارہ کے نام بہت سی زمین بھی وقف کر دی گئی - مقامی آبادی کی بے رخی و عدم توجہ کے باعث گوردوارہ تو کب کا منہدم ہو چکا ہے۔

شیخ چلی

شاہ کیش کی سوانح حیات میں شیخ چلی کا ذکر بھی آتا ہے جس کا مزار تھانیسر میں موجود ہے - یہ شیخ بھی ساڈورہ کا رہنے والا تھا

سدنہ قصاب ساڈورہ کے ایک عمر رسیدہ بزرگ نے انکشاف کیا کہ سدنہ قصاب بھی ساڈورہ کا ہی تھا - یہ وہی بھگت ہے جس کی بانی (اشعار) کو گورو گرنتھ صاحب میں شامل ہونے کا شرف نصیب ہوا - اس کی اپنی سوانح حیات میں اس امر کا ذکر آتا ہے کہ وہ ساڈورہ ہی کا رہنے والا تھا۔ اپنے پرانے جنموں کے اعمال کی وجہ سے سدنہ اور مذبوح بکرے نے

کئی دفعہ ہاتھ بدلے۔ اس راز کو بکرے نے ایک دن خود ہی افشا کیا۔ جس سے سدنہ کو عرفان ہوا۔ سوانیہ محلّہ کے ملحقہ محلّہ کو محلہ قصابان کہا جاتا تھا۔ اسی محلّہ میں سدنہ قصاب بھی رہا کرتا تھا۔

روضہ شاہ عبدالمجید گنج

ساڈھ درہ سے باہر برلب سڑک ایک عیدگاہ واقع ہے۔ اسی جگہ پیر بدھو شاہ کے ساتویں جانشین کا مقبرہ بھی ہے۔ اس یادگار کی حفاظت و دیکھ بھال سٹیٹ مسلم وقف بورڈ کے ذمہ ہے

مقبرۂ شاہ عبدالواہب

شاہ عبدالواہب پیر بدھو شاہ کا چھٹا جانشین تھا۔ جو کہ شاہ عبدالگنج کا بیٹا تھا۔ وہ مسجد جس میں اس کا روضہ قائم ہے۔ شہنشاہ اورنگ زیب نے تعمیر کروائی تھی۔ مقبرہ کے دروازہ پر جو کتبہ کھدا ہوا ہے اس میں اس کی تعمیر کی تاریخ سنہ ۱۰۸۰ ہجری ملتی ہے۔